

امارت شریعہ بہار، اڈیشنہ جھاڑکھنڈ کا ترجمان

پھولوانی بھٹپٹنہ

ہفتہ وار

مدیر

مفتی شمس الدین

اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل، حکایات اہل دل
- علم حدیث کے فروغ میں
- مسلم خواتین میں خود اعتمادی کا جذبہ
- ہندوستانی الیکشن اور ہماری ذمہ داریاں
- جریدہ قیام کی تاریخ پر ایک نظر
- منزل تک پہنچنے کے لئے
- اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، طب و صحت

معاون

مولانا رضوان احمد

شمارہ نمبر- 19

مورخہ ۱۱/۱۲/۲۰۲۳ء مطابق ۲۰ مئی ۲۰۲۳ء روز سوموار

جلد نمبر 64/74



نہ سنبھلو گے تو مٹ جاؤ گے...



فیصلے کے بعد کدھر ہوگا، پھر ہوا یہ کہ دھیرے دھیرے معتقد میں ایسے لوگ آگئے جن کی ذہنیت فرقہ واریت سے مسموم تھی، اور جن کے دلوں میں خدمت کے جذبہ کے بجائے مال و دولت کے حصول کا جذبہ پروان چڑھ چکا تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ جمہوریت کا پہلا ستون کھڑو ہو گیا، مہمان کی خرید و بکری سے لے کر سوالات پوچھنے کے لیے رشوت لینے تک کے واقعات سامنے آئے، اس خرید و فروخت کی وجہ سے حکومتیں بٹیں اور گرتی رہیں، آئارام گیارام کی مٹا ہوئی، سیاسی گھبراہٹوں میں ہوری اس بدعنوانی نے لوگوں کے اکتا کو گھیس پہو نچایا اور عوام میں سیاسی لیڈران کی پکڑی نہیں، قدر بھی کم ہوئی، عدلیہ پر لوگوں کا اعتماد جٹا ہوا تھا، اور ہر ظلم کے خلاف انصاف کے حصول کے لیے لوگوں کی نظر ادھر جاتی تھی، لیکن باری مسجد حقیقت کے معاملے میں زمین کی تقسیم، جسٹس لویا کی موت اور عدالت عظمیٰ کے چار ججوں کے ذریعہ تاریخ میں چیف جسٹس کے رویہ پر ہونے والی پہلی پریس کانفرنس میں ججوں کے ذریعہ یہ اعلان کہ جمہوریت خطرے میں ہے نہ عوام کے ذہن و دماغ کو گھجھوڑ کر رکھ دیا، ان معاملات کی وجہ سے جمہوریت کے اس دوسرے ستون پر بھی زوال کے آثار دکھنے لگے ہیں، خصوصاً اس صورت میں جب عدالت میں بحالی اس قابلیت کے بجائے پارٹی و فساد کی بنیاد پر کی جارہی ہوں۔

جمہوریت کے تیسرے ستون انتظامیہ کا حال یہ ہے کہ فائل کو جس قدر مضبوطی سے آپ دوڑانا چاہتے ہیں، رشوت کے اتنے مضبوط پیسے کا استعمال کرنا ہوگا، اگر رشوت کا پیسہ نہ لگایا گیا یا مضبوط انداز میں نہیں لگایا گیا تو وہ فائل دفاتر میں سرک نہیں نہیں سکتی ہے، کوئی کام کرنا ہے تو خدا خدا شک (رشوت) دینا ہی ہوگا، اس طرح تیسرا ستون بد عنوانی میں کرکٹ نہیں گردن تک ڈوب کر رہ گیا ہے۔

ان معاملات و مسائل تیز عوام کی پریشانیوں کو سرکاری محکمہ تک پہنچانے کے لیے ذرائع ابلاغ چوتھا ستون تھا، اخبارات، ٹیلی ویژن وغیرہ کے ذریعے آواز اٹھانے پر حکومت کے کان کھلتے تھے اور اس کے نتیجے میں پریشانیوں دور ہوتی تھیں، لیکن اب ذرائع ابلاغ برنٹ اور ککڑ وک یک با بھی کھراں جماعت کے ہاتھ مال و دولت کی ہوس میں بک چکے ہیں، اس لیے ایسکر، ٹی وی کے اناؤنسر فرقہ واریت پھیلانے، اقلیتوں کے مسائل کو بھانے اور حکومت کو شاباشی دینے میں لگے ہوئے ہیں، رائے عامہ ذرائع ابلاغ بھی بیدار رکھتے تھے، ان کے بک جانے سے ملک کے عوام کے ذہن و سوچ کو صحیح رخ نہیں مل پارہا ہے، جس کی وجہ سے جمہوریہ قدروں کا جنازہ لکھتا چلا جا رہا ہے، گویا خطرات کے بادل دین پر بھی منڈلا رہے ہیں اور ملک پر بھی، ان حالات میں ضروری ہو گیا ہے کہ ملک ملت بچانے کے لیے مضبوط، مستحکم اور مسلسل جدوجہد کی جائے۔

ہمیں یہاں پر یہ بات بھی یاد رکھنی ہے کہ دین بچانے کے لیے حکمرانوں کے فیصلے کی مخالفت کے ساتھ، دین کو اپنی زندگی میں اتارنے کی بھی ضرورت ہے، دین بچانے اور اس کے تحفظ کے لیے پہلا کام خود کرنے کا ہے اور وہ ہے کہ ہم دینی اور بے عملی سے دور رہیں، اسلام نے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے، اسے بجالائیں، جن کاموں سے روکا ہے، اس سے رک جائیں، ہر عمل ہمیں اس کا خیال رہے کہ ہماری نگرانی ہو رہی ہے، اللہ دیکھ رہا ہے، اور اگر ہم نے دین سے دوری اختیار کی تو اس کی سزا ہمیں ملے گی، یہ احساس جس قدر غالب ہوگا، دین ہمارے کیرکڑ، کردار، اعمال و افعال میں محفوظ ہو جائے گا، جب ذاتی زندگی میں ہم شریعت پر عمل پیرا ہوں گے تو ہمیں نئی طاقت و توانائی ملے گی اور دین میں مداحات کرنے والوں کے خلاف ہمارے جذبے اور حوصلے جواں ہوں گے۔

مسلمان ایک زندہ قوم اور بیدار امت ہے، اس کے لیے مایوسی اور اللہ کی رحمت سے ناامیدی کفری طرح ہے، ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے نہیں رہ سکتے، ان حالات کو بدلنے کے لیے ایمانی جذبہ، اسلامی حوصلے اور پوری قوت کے ساتھ کوشش کرنی ہوگی، اللہ کا وعدہ ہے کہ انسان کو وہ چیز مل جاتی ہے، جس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے۔ کوشش نہیں ہوئی تو ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ ”نہ سنبھلو گے تو مٹ جاؤ گے“۔

ہندوستانی مسلمان تاریخ کے بدترین دور سے گزر رہے ہیں، ان کی جان و مال، عزت و آبرو پر حملے اس کثرت سے ہونے لگے ہیں کہ یقین نہیں آتا کہ یہ وہی ملک ہے، جہاں سارے مذاہب کے لوگوں کو یکساں حقوق دیے گئے تھے اور مختلف مذاہب و مذہب کے لوگ جہاں شیر و شکر ہو کر رہتے تھے، ایک دوسرے کے دکھ درد کے شریک اور ایک دوسرے کی خوشیوں سے خوش ہوا کرتے تھے، زمانہ بدلا، وہ لوگ چلے گئے، جنہوں نے اس ملک کو انگریزوں سے آزاد کرانے کے لیے ہر طرح کی قربانی دی تھی اور زندگی کا بڑا حصہ جیل کی سلاخوں کے پیچھے گزار دیا تھا، انہوں نے صرف ایک خواب دیکھا تھا کہ اس ملک میں ذات، برادری، مذہب اور علاقائیت کی بنیاد پر کوئی تفریق نہیں ہوگی، یہاں کی لگائی جاتی تھی مذہب میں ہر مذہب فکر اور مذاہب کے لیے آزادی ہوگی، یہ وہ ملک تھا جسے جنت نشان اور سارے جہاں سے اچھا کہا جاتا تھا۔

زمانہ بدلا، حالات نے کروٹ لی، پارٹیوں کے نظریات تبدیل ہوئے اور اقلیتوں پر مسائل و مصائب کے پہاڑ توڑے جانے لگے، دھیرے دھیرے انہیں خصوصاً مسلمانوں کو اس سطح پر لاکھڑا کیا گیا کہ وہ ہر جگہ اور دلوں سے بھی پیچھے چلے گئے، ہر جگہ اور دلوں کو اوپر اٹھانے کے لیے انہیں رزرویشن دیا گیا تھا، مسلمان کو اس سے بھی محروم رکھا گیا، تمام وہ برادریاں جو دوسرے مذاہب کی ہیں اور معاشی طور پر پس ماندہ ہیں، ان کو رزرویشن کا فائدہ ملا، لیکن وہی کام کرنے والا مسلمان اس سے محروم کر دیا گیا، صرف اس لیے کہ وہ محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھتا ہے، اور اسلام میں برادری کا وہ تصور نہیں ہے جو دوسرے مذاہب میں پایا جاتا ہے۔

مسلمانوں کے اس سطح تک پہنچ جانے کے بعد دستور میں دیے گئے حقوق سے انہیں محروم کرنے کی سازش رچی گئی، مختلف بھانوں سے انہیں ملازمتوں سے دور رکھا گیا، ان کی مسجدوں پر حملے کیے گئے، باری مسجد تو دی گئی، ائمہ و مؤذن کو شہید کیا گیا، بھوجی نشرد کے ذریعہ کبھی لو بھاد، کبھی گوتھی اور کبھی بغیر کسی سب کے مسلمانوں کو قتل کرنے کا سلسلہ دراز ہوا، طلاق کو کا اھم قرار دینے کے سارے حربے آزمائے گئے، عدالت سے فیصلہ بھی آ گیا اور پارلیمنٹ سے قانون بھی پاس کر لیا گیا، تعلیمی نظام کے جھگڑا کرن کی تحریک چلائی گئی، بعض ریاستوں میں یوگا اور سونچ نمسک رکھنا سکولوں میں لازماً قرار دیا گیا، اذان پر پابندی کی بات کی گئی اور مساجد سے ملک کے استعمال تک کے لیے ہمیشہ اجازت لینے کا حکم جاری کیا گیا، ہماری مذہبی شناخت چھین لینے کی مسلسل اور منظم کوشش اب بھی جاری ہے، کبھی ڈائری منڈوانے کا حکم دیا جا رہا ہے، کبھی نقاب اور حجاب پر سوالات اٹھائے جا رہے ہیں، ان لوگوں کی حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے جنہوں نے مذہب کا فائدہ اپنی گردن سے اتار پھینکا ہے، اس طرح اب مسلمانوں کو ان حالات کا سامنا ہے، جس میں ان کے دینی عقائد و نظریات پر ضرب لگائی جا رہی ہے

اور یہ سب کچھ حکومت کی نگرانی اور سایے میں ہو رہا ہے، اس طرح دین اسلام کو دیش نکالا دینے کی تحریک زوروں پر چل رہی ہے، اور کہا جا رہا ہے کہ مسلمانوں کو ہندوستان چھوڑ دینا چاہیے، ان کی جگہ قبرستان یا پاکستان ہے۔ ان حالات میں ضروری ہے کہ مسلمان ہندوستان میں ایسی جدوجہد اور تحریک کا آغاز کریں جس سے حکومتی سطح سے دین میں کی جانے والی مداخلت کا سد باب کیا جاسکے، اور بتایا جا سکے کہ مسلمان یہاں کی دوسری بڑی اکثریت ہے، اس لیے دستور میں اسے جو تحفظات دیے گئے ہیں، اس کو ختم نہیں کیا جاسکتا اور اس کام کے لیے ہم ہر طرح کی قربانی دینے کو تیار ہیں۔

دوسرا معاملہ ملک کی بقا اور سلطنت کا ہے، آزادی کے بعد ۱۹۵۰ء میں دستور ہند کے نفاذ کے وقت اس ملک کو سیکولر جمہوریہ قرار دیا گیا، اس وقت جن لوگوں کے ہاتھوں میں اقتدار کی باگ ڈور تھی، وہ اس دستور کے پابند تھے، انہوں نے تمام ہندوستان کو دیکھا تھا جدوجہد آزادی میں حصہ لیا تھا، حکمران پارٹی پر مسلمانوں کا دبہ باقی تھا اور کوئی فیصلہ لیتے وقت حکومت بار بار سوچتی تھی کہ اس کا اثر رائے عامہ پر کیا پڑے گا اور انتخابی سیاست میں رائے ہندوگان کا رخ اس

اچھی باتیں

”لوگ ہمیشہ دھوکہ غلط انسانوں سے کھاتے ہیں اور بدلہ اچھے انسانوں سے لیتے ہیں“
عادتیں چھٹی زبان دھتے تھے، ہندوستان اور اجازت روایں سے بھی ہوتی ہیں، اپنے رویوں پر فخر دیتے تھے تاکہ عبادت کا اجر حاصل ہو سکے، ہندو دھرم کے گھر اچھے تھے، بن کر اور ہرے بن کر لکھو، ہم سب مر جائیں گے یہ حقیقت جاننے کے باوجود ہم ایک دوسرے کا جہنم اہرام کر رہے ہیں، جو اللہ سے نہیں مانگنا وہ سب سے مانگنا پھرتا ہے اور جو اللہ کے سامنے جھکتا ہے سیکڑوں دروازوں پر جھکتا پڑتا ہے، ہر دھوکہ لکھنے کی ابتدا پاؤں سے ہوتی ہے تاکہ انسان بھاگ نہ سکے اور اپنا آٹھوں پر ہوتی ہے تاکہ وہ اپنی بے بسی دیکھ سکے۔“
(حاصل مطالعہ و مشاہدہ)

بلا تبصرہ

”لیکن کمیشن نے بہت دیر سے دووں کا فی حد جس انداز سے بتایا اس سے شہادت پیدا ہو رہے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ای وی ایم کے تھیل تھیل بھی اس انتخاب میں بھر سے درکار کے جائیں گے، درجہ ایک ہفتہ کے بعد دووں کے قاتل میں آخر اضافہ ہو گیا، سارا تو میں مرحلت تک جاتے جاتے کہیں سیکل مزید پختہ نہ ہو جائے دو گھنٹہ میں سے تیز رفتاری کی موافقت میں جن تھیل تھیل اور انتخاب کی مدد سے ان کی سرکار کے نامی منزل مقصود تک پہنچ جائے، ایک دے ہٹے میں ایسے سوالات کو کھٹے لگے ہیں اور اس بات کا اندیشہ بھی نظر ہے کہ ایکنش کمیشن ہی اس بار تیز رفتاری سے چاروں پار کے سرطین تک پہنچا دے۔“
(ایک حالت میں عوام کے حلقے فیصلہ آواز دے دالے تاج میں اچھا نافرین ہو سکتا ہے۔“
(صدر امام قادری۔ چنار ۹ مئی ۲۰۲۳ء)

اللہ کی باتیں — رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

دینی و عصری تعلیم میں ہے ترقی کا راز

”وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا“ اور اللہ نے آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھادیے“ (سورہ بقرہ)

وضاحت: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی پیدائش کے وقت ہی ان کے مقصد زندگی اور ضروریات زندگی کی راحت و آسائش سے متعلق تمام چیزوں کا علم و بصیرت کر دیا اور ان کے واسطے سے اولاد آدم کو ان چیزوں کی شناخت اور زمین کی صلاحیت بھی عطا فرمادی، ان میں وہ علم جو خاص انسان سازی پر مبنی ہیں، جن کے ذریعہ بندہ کے اندر ایمان و یقین کے ساتھ روحانی کمالات پیدا ہوتے ہیں، انہیں علم دین سے تعبیر کرتے ہیں، جیسے کتاب و سنت کا علم، جس سے خالق مخلوق کا رشتہ استوار ہوتا ہے اور اس سے مخلوق کی عبودیت و بندگی ظاہر ہوتی ہے، انہما یخشی اللہ من عبادہ العلماء“ اللہ سے علم رکھنے والے بندے ہی ڈرتے ہیں، یہ گویا تعلیم کا بنیادی مقصد ہے کہ بندہ کے اندر خدا ترسی کی صفت پیدا ہو جائے، دوسرے وہ علم جن سے اشیاء سازی کی دریافت ہوتی ہے یا کائنات سے استفادہ کی راہیں کھلتی ہیں، جسے سائنس اور ٹکنالوجی وغیرہ کے علوم ہیں جن سے کائنات کی بعض حقیقتوں سے پردہ اٹھایا جاتا ہے، ایسے علوم کو بنیادی علوم سے تعبیر کیا گیا، جس پر ماضی میں مسلمانوں نے اپنے دور و درج میں کمال پیدا کیا اور اس کو خدمت خلق کا ایک ذریعہ گردانا، اس طرح کے علوم بھی اسلام کو مطلوب ہیں، اس لئے کہ اسلام کسی علم کی مخالفت نہیں ہے، اس نے ہمیشہ علم و تحقیق کی حوصلہ افزائی کی ہے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علم و دانش کی بات مومن کی متاعِ گمشدہ ہے، ”الکلمۃ الحکمۃ ضالۃ المسووم“ مگر ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر علم کا دفاع کرتے تھے اور غیر نافع سے اللہ کی پناہ چاہتے تھے، اگر بنیادی علوم کی تحصیل کا مقصد خشیت ربانی ہو تو وہ بھی محبوب و مطلوب ہیں، تا کہ اس کے ذریعہ بھی کردار و عمل میں گھار پیدا ہو، نیز حقوق کی ادائیگی اور فرائض کی پابندی میں کوتاہی نہ برتی جائے، حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ نے لکھا ہے کہ تمام پھولوں پر غور کرنے کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے لئے ہر حال میں مقدم کام عوام کی تعلیم ہے، تعلیم کے لفظ کو یہاں اس سے زیادہ وسیع معنوں میں سمجھئے، تعلیم سے مقصود وہ تعلیم ہی نہیں جو قواعد و اصولوں کے ذریعہ اداروں میں دی جاتی ہے، یہ تو دراصل آنے والے عہد کیلئے ہے، جنہیں آج پڑھایا جا رہا ہے، وہ کل کام کر گئے، لیکن قوم کو اس کی موجودہ حالت میں بلند کرنے کیلئے ضروری ہے کہ موجودہ نسل کی دماغی حالت اور کمال استعداد درست کی جائے، وقت کی تمام مشکلات کا بکینی علاج ہے۔ آج دنیا میں جو بے راہ روی، اخلاقی انارکی اور معاشرتی خرابی پھیلی ہوئی ہے وہ سب تعلیم کے فقدان کا نتیجہ ہے، اگر دنیا اسلامی نظریہ تعلیم کو اختیار کر لے تو یقیناً ماننے کے لئے دینی اور الحاد کے بال چھٹ جائیں گے اور دنیا میں سکون کا گہوارہ بن جائے گی، اسلام کا نظام تعلیم کا مقصد یہی ہے کہ انسانیت کی ترقی کا راز اعلیٰ اخلاقی کردار میں پوشیدہ ہے اور یہ چیزیں کتاب اللہ، سنت رسول اللہ کے ذریعہ حاصل ہوں گی، اب وقت آگیا کہ نیم خواب غفلت سے بیدار ہوں اور تعلیم کے میدان میں آگے بڑھوں، خود کو دینی و عصری تعلیم میں آگے بڑھنے کی کوشش کریں اور اپنی اولاد کو بھی زیورِ علم سے آراستہ کریں، غفلت اور بے حس کے پردہ کو چاک کریں اور کچھ کر گزرنے کا جذبہ بیدار کریں۔

دورگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا

”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ قیامت کے دن سب سے برا شخص کو پاؤ گے جو دو چیزوں والا ہوگا کہ ان لوگوں کے پاس ایک رخ سے آتا ہو اور دوسروں کے پاس دوسرے رخ سے جاتا ہو“ (مشکوٰۃ شریف)

وضاحت: دو شخصوں کا دوست بن کر ایک کی بات دوسرے تک پہنچانا اور ان دونوں کے تعلقات کو خراب کرنا دو خاپن ہے ایسے لوگوں کے بارے میں حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں جس کے دو رخ ہوں گے قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی دو زبانیں ہوں گی یہ گویا اس کی اس عادت ذمہ کی تیش ہوگی کہ وہ لوگوں سے دورگی کی باتیں کیا کرتا تھا، علامہ سید سلیمان ندویؒ نے لکھا ہے کہ دو رخ کے لئے صرف ایک کی بات دوسرے تک پہنچانا ضروری نہیں ہے، بلکہ اگر ایک شخص سامنے ایک کی تعریف کرے اور اس کے پاس سے نکلے تو اس کی جھوٹ کرنے لگے تو بھی وہ دور دور کا پہلا نہ لگے، اتفاق میں جو خصوصیات پائی جاتی ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے، اسی لئے صحابہ کرام اس کو بھی اتفاق سمجھتے تھے، ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا گیا کہ تم لوگ امراء اور حکام کے پاس جاتے ہیں تو کچھ کہتے ہیں اور جب ان کے یہاں سے نکلتے ہیں تو کچھ کہتے ہیں، بولے ہم لوگ عہد رسالت میں اس کا شامناظرین میں کیا کرتے تھے (سیرۃ النبی: ۶)۔ عہد نبوت میں منافقین اپنے اتفاق کو چھپا کر مسلمانوں سے کہتے تھے کہ تم تو ایمان لے آئے ہیں اور جب منافقوں کے سرداروں سے ملتے تھے تو انہیں یقین دلانے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو مسلمانوں کے ساتھ شخص مذاق کر رہے ہیں، ایسے منافق قیامت کے دن سخت سزا کے حق دار ہوں گے اور دنیا میں ذلت و حقارت کی زندگی گزاریں گے، اس سے معلوم ہوا کہ گمراہی اور منافقت یہ بہت بری خصلت ہے، اس سے ہر مومن بندہ کو بچنا چاہئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے اتفاق اور بدعت کے اس دلدل سے محفوظ رہنے کے لئے کچھ راہیں بتلائی ہیں، ایک بار جب بنو عامرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و تعریف کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بالکل نہیں چاہتا ہوں کہ تم مجھے اس مقام سے بلند کر دو جو مجھے اللہ نے عطا کیا ہے، میں محمد ہوں، عبد اللہ کا بیٹا، اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی کی تعریف کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی، اگر کسی کو اپنے بھائی کی تعریف کرنا ضروری ہو تو یوں کہے میں اسے ایسا سمجھتا ہوں اگر واقعی ان میں وہ خوبیاں موجود ہوں، اس کا حساب کرنے والا اور اجر دینے والا تو اللہ ہے اور یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ فلاں شخص اللہ کے نزدیک اچھا ہے، دومنہ والے کا بھی یہی طرز عمل ہوتا ہے، ایک کے ساتھ مل بیٹھ کر اس کی تعریف کرتے ہیں اور دوسرے کی برائی بیان کرتے ہیں اور پھر دوسرے کے پاس جاتے ہیں تو پہلے والے کی برائی بیان کرتے ہیں اور سامنے والے کی تعریف کرتے ہیں، جس کی شریعت میں ممانعت آئی ہے جس سے ہر کسی کو بچنا چاہئے۔

دورگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جانا

قربانی کس پر ہے

من: قربانی کے وجوب کے لیے کیا نصاب ہے؟ کن لوگوں پر واجب ہے؟

ج: ہر ایسا عاقل و بالغ عقیق مسلمان مرد و عورت جس کے پاس بنیادی ضروریات مثلاً رہائش مکان، استعمال کے فرنیچر، برتن، لباس اور سواری وغیرہ سے زائد اور قرض سے فاضل ساڑھے ہاون تولہ (۶۱۲ گرام، ۳۶۰ ملی گرام) چاندی، یا ساڑھے سات تولہ (۸۷ گرام، ۲۸۰ ملی گرام) سونا، یا ان میں سے کسی ایک کے بقدر کوئی دوسری مالیت ایسا قربانی میں موجود ہو، تو وہ مالک نصاب ہے، اس پر قربانی واجب ہے۔ ”و منہا (ای من شرائط وجوب الاضحیۃ) الغنی..... وهو ان یکون فی ملکہ مائتا درہم أو عشرون دیناراً أو شئین یتبلغ قیمته ذالک سوی مسکنہ و مائتات بہ و کسوتہ و خادمہ و فرسہ و سلاحہ و مالا یتسغی عنہ و ہو نصاب صدقۃ الفطر..... و جمیع ما ذکرنا من الشرط یتسوی فیہا الرجل و المرأة لأن الدلائل لا تفصل بینہما“ (بدائع الصنائع: ۵/۱۹۷-۱۹۸)

کاشت کی زمین نصاب میں شامل ہے یا نہیں

من: بکر کے پاس کاشت کی کچھ زمین ہے، جس سے پیداوار حاصل کرتا ہے، اس پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟

ج: کاشت کی زمین سے پیداوار اتنی حاصل ہو جائے جو صاحب زمین اور اس کے اہل و عیال کے سالانہ خرچ کے لیے کافی ہو اور اس کے علاوہ مقدار نصاب غلہ خج جائے تو ایسی صورت میں قربانی واجب ہوگی، ورنہ نہیں۔ اس لیے کہ کاشت کی زمین کے نصاب میں شامل ہونے اور وجوب قربانی کے لیے ضروری ہے کہ سال بھر کے خرچ کے علاوہ مقدار نصاب غلہ موجود ہو۔ ”اذا کان لہ عقار یتستغللہ تلزمہ الاضحیۃ اذا دخل مند قوت عامہ و زاد معہ النصاب“ (کتاب الفقہ علی المذاهب الاربعہ: ۱/۱۶۷)

مقدار نصاب زیورات ہوں تو وجوب قربانی

من: میری لڑکی بالغ ہے، اس کو شادی کے موقع پر دینے کے لیے ہم نے کچھ زیورات بنوا رکھے ہیں، جو مقدار نصاب ہیں، کیا میری لڑکی پر قربانی واجب ہوگی؟

ج: صورت مسئلہ میں جب کہ زیورات مقدار نصاب ہیں اور آپ نے ان زیورات کا مالک لڑکی کو بنادیا ہے، تو قربانی لڑکی پر واجب ہوگی، اور اگر لڑکی کو ابھی مالک نہیں بنایا ہے، بلکہ خود ہی مالک ہیں تو ایسی صورت میں قربانی آپ پر واجب ہوگی۔ ”الاضحیۃ واجبة علی کل حر مسلم مقیم موسر فی یوم الاضحی عن نفسه“ (الہدایہ: ۳/۴۳۳)

نابالغ لڑکی کا مالک نصاب ہو تو قربانی کا حکم

من: میں نے لڑکی کی پیدائش کے بعد ہی زیورات بنوا کر رکھ دی اور اس کے نام سے اکاؤنٹ کھلوا کر رقم جمع کرنا شروع کر دیا تا کہ اس کی شادی میں کام لائے، لڑکی ابھی نابالغ ہے، لیکن مالک نصاب ہے، ایسی صورت میں کیا اس پر زکوٰۃ قربانی واجب ہے؟

ج: صورت مسئلہ میں لڑکی مالک نصاب ہے، لیکن جب تک وہ نابالغ ہے اس پر زکوٰۃ قربانی واجب نہیں ہے، بالغ ہونے کے بعد زکوٰۃ بھی دینی ہوگی اور قربانی بھی کرنی ہوگی۔ ”و لو کان للصبی مال فالاضحیٰ انہا لا تجب فی مالہ بالاجماع“ (الفقہ الحنفی وادلہ: ۳/۲۱۳)

مشترک فیملی ہو تو قربانی کا حکم

من: چار بھائیوں کی ایک جائنت فیملی ہے، سب کا رو بار اور آمدنی کا حساب الگ الگ ہے، لیکن کھانا پینا، چلو چو مشترک ہے، ایسی صورت میں کیا ایک قربانی سب کی طرف سے کافی ہو جائے گی یا ہر ایک کو الگ الگ کرنی ہوگی، جبکہ ہر ایک مالک نصاب ہے؟

ج: گھر میں جتنے بھی لوگ مالک نصاب ہیں، خواہ مرد ہوں یا عورت، ہر ایک پر قربانی واجب ہے، لہذا سب کو اپنی طرف سے قربانی کرنی ہوگی، ایک ہی قربانی گھر بھر کی طرف سے کافی نہیں ہوگی۔ ”الاضحیۃ واجبة علی کل حر مسلم مقیم موسر فی یوم الاضحی عن نفسه“ (الہدایہ: ۳/۴۳۳)

مشترک کاروبار ہو تو قربانی کس پر ہے

من: ایک دکان چار بھائیوں کو راشت میں ملی، چاروں نے مشترک طور پر اس دکان میں کام کرنا اور اس کا بڑھانا شروع کیا، چاروں کا کھانا پینا، رہنا ایک ساتھ ہے اور گھر کے سارے اخراجات مشترک طور پر اسی دکان سے پورے ہوتے ہیں، دکان کی آمدنی ایک جگہ جمع ہوتی ہے، ایسی صورت میں قربانی کس کے ذمہ ہے؟

ج: صورت مسئلہ میں مذکورہ کاروبار کی مالیت اور اس کی آمدنی کو اگر چار حصوں پر تقسیم کیا جائے اور ہر بھائی کا حصہ مقدار نصاب کو پہنچ جائے تو ایسی صورت میں چاروں بھائیوں پر شرعاً قربانی واجب ہوگی۔ ”و شرط وجوبہا الیسار عند أصحابنا رحمہم اللہ و الموسر فی ظاہر الروایۃ من لہ مائتا درہم أو عشرون دیناراً أو شئین یتبلغ ذالک“ (الفقہاء الصائر خانسیہ؛ کتاب الاضحیۃ: ۵/۴۰۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

هفتہ وار

Scanned with CamScanner

مولانا امداد اللہ قاسمی

کے پاس ہر قسم کے جنات موکل کی صورت میں موجود تھے، جن سے وہ جنات اور آسیب، سحر اور مختلف امراض کے دور کروانے میں مدد لیا کرتے تھے، وہ اپنے مریدوں کا جنانوں کے ذاکر سے علاج بھی کروایا کرتے تھے۔

مولانا سے میری ملاقات بہت نہیں تھی، حالانکہ ان کی اور میری تعلیم کا دورانیہ دارالعلوم دیوبند میں ایک ہی تھا، میں ان سے دو سال جویر تھا، انہوں نے ۱۹۸۰ء میں دورہ پڑھا تھا اور میں نے ۱۹۸۲ء میں، وہ بمبئی ادب اور تخصص فی الادب کی طرف گئے اور میں نے ۱۹۸۴ء میں دورہ کرنے کے بعد دارالعلوم سے افتا کی تکمیل کی، وہ معین المدارس بن گئے اور میں جمعیتہ الطاہرہ کا جنرل سکریٹری، سجاد الہبریری اور نادیہ الاصلاح کا صدر منتخب ہو گیا، اس طرح دارالعلوم میں ان کی مضبوط علمی پوزیشن تھی، دورہ میں میری بھی پوزیشن آئی لیکن شہرت جمعیتہ الطاہرہ کے جنرل سکریٹری کی حیثیت سے رہی، جب سمت سفر مختلف ہو تو ملاقات کے امکانات کم ہو جاتے ہیں، اس لیے مجھے دیوبند میں ان سے کوئی ملاقات کا موقع نہ ملا، البتہ وہ مجھے جنرل سکریٹری کی حیثیت سے جانتے پہچانتے تھے، جس کا اظہار انہوں نے ۷ مارچ ۲۰۲۳ء کو اپنے گھر پر میری ملاقات کے موقع سے کیا تھا، ایک ملاقات آم یگان مسجد ساجی جمشید پور کی میں ان کے دور اقامت کی بھی یاد ہے، میں ان دنوں مدرسہ احمدیہ امبا پور چھوڑ کر امارت شریعہ آ گیا تھا، اس موقع سے انہوں نے بعد نماز عصر آم یگان مسجد میں میری تقریر بھی کر لی تھی مولانا مرحوم نے تحفظ سنت اور رد بدعات کے حوالہ سے بھی بڑا کام کیا، جس سے اس علاقہ میں سنتوں پر عمل کا مزاج بنا اور بدعات کا زور کم ہوا۔

گذشتہ ۷ مارچ ۲۰۲۳ء کو ان کے صاحب زادہ مفتی اسعد اللہ قاسمی نے جامعہ عبداللہ بن مسعود کلام گھر میں جلسہ دستار بندی رکھا تھا، مولانا مرحوم نے صاحب زادہ کو ہدایت دی تھی کہ پہلے مجھے گھیر لایا جائے، ناشتہ وہیں کروں اور پھر جلسہ کے اعتبار سے جلسہ کا بیو بنایا جائے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، کوئی گھنٹہ مولانا کے ساتھ کھڑے رہے ماضی کے اوراق اٹھنے لگتے چلے گئے۔

یقیناً مولانا کی شخصیت ہمہ جہت تھی، علمی، تقویٰ، طہارت، صلاحیت اور صالحیت میں اپنے ہم عصروں میں وہ ممتاز تھے، مولانا کا وصال بڑی علمی خسارہ ہے، اللہ سے دعا ہے کہ وہ مولانا کی مغفرت فرمائے، ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل اور ان کے اخلاف کو اس راہ پر چلائے جو اللہ کی مرضیات کے مطابق ہو۔ آمین یا رب العالمین

(تمہرے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

پھیلا ہے، اس میں حضور سجادہ نے تصوف کے مختلف ادوار، سلاسل، تصوف کے رموز و نکات پر سیر حاصل کئے ہوئے ہیں، یہ مقالہ حضرت زینب سجادہ کی علمی بصیرت، تصوف پر گہری نظر کی شاہد اور اس کے دروست کے جائزے پر مبنی ہے، جو اس موضوع پر ان کے بیسٹ مطالعہ کی غماز ہے، حرف الہین کے آخری چار صفحات کتاب اور صاحب کتاب کے حوالہ سے ہیں جس سے اس کتاب کی تصنیف کے بعد طاعت تک کے سفر کی روداد سے ہم واقف ہوتے ہیں۔

اس کے بعد تیسرے مضمون ”پختہ تصنیف کے بارے میں“ ڈاکٹر فضل اللہ قادری صاحب کا ہے، جو صرف دو صفحہ ہے جسے ان کی موجز نگاری کے کمال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے، اس کے بعد مؤلف کا پیش لفظ ہے، جس میں مختصر میں انہوں نے اس کتاب کی تالیف، ماخذ و مراجع کی حصولیابی میں دشواریاں اور تعاون کرنے والے اشخاص اور مفید ثابت ہونے والے کتب خانوں کا ذکر کیا ہے اور ان کے لیے تشکر و امتنان پیش کیا ہے۔

مؤلف کا مقدمہ کتاب طویل ہے، جس میں تصوف اور اس کے متعلقات کا جائزہ لیا ہے، صوفی کے اوصاف، اہل تصوف کی قسمیں، تصوف کی اہمیت اور ضرورت، تصوف کی نشوونما، درجات تصوف، تصوف کی وادیاں، عالم تصوف، تصوف کے سلاسل، تصوف کی افادیت، تصوف کی ایذا رسانی اور تصوف کا زوال جیسے اہم موضوعات زیر بحث آتے ہیں، یہ مقدمہ صفحہ ۸۸ تک پھیلتا چلا گیا ہے۔ اس کے بعد ہر سلسلہ کی تاریخ عوماً بہار کے حوالہ سے مذکور ہے، جن سلاسل پر گفتگو کی گئی ہے ان میں سلسلہ عالیہ قادریہ، سلسلہ قادریہ رزاقیہ، سلسلہ قادریہ وارثیہ، سلسلہ وارثیہ، سلسلہ چشتیہ، سلسلہ چشتیہ آبادیہ، سلسلہ صابریہ چشتیہ، سلسلہ نقشبندیہ، سلسلہ چشتیہ مسلسل و خاندان بیدریغیہ، (بقیت: ۹۷ پر)

آئے اور ۱۹۷۶ء میں شرح جامی کے سال کا اعادہ کیا، ۱۹۷۷ء میں اعلیٰ تعلیم کے لیے دارالعلوم دیوبند آگئے، اور مختلف سالوں کی تکمیل کے بعد ۱۹۸۰ء میں مولانا نصیر احمد خان صاحب سے بخاری شریف پڑھ کر سند فراغ حاصل کیا، یہ صد سالہ کا سال تھا، اس لیے تحریری امتحان کے بجائے تقریری امتحان ہی پر اکتفا کیا گیا تھا، ۱۹۸۱ء میں تکمیل ادب کیا اور سلاطین امتحان میں پہلی پوزیشن حاصل کی، ۱۹۸۲ء کا سال تخصص فی الادب کا تھا۔ ۱۹۸۳ء میں امتحان میں اچھے نمبرات اور اساتذہ میں ذہین طلبہ کے طور پر جانے جانے کی وجہ سے معین المدارس کے طور پر دارالعلوم دیوبند میں بحالی میں مل آئی۔

معین المدارس کی مدت ختم ہونے کے بعد ۱۹۸۵ء تا ۱۹۸۷ء (نصف) جامعہ علوم الاسلامیہ پانیر میں تدریسی خدمات سے منسلک رہے، پھر مدرسہ امدادیہ مور میں ۱۹۸۷ء سے ۱۹۹۵ء تک درس دیتے رہے، اس دوران ہر ایہ بھی زیر درس رہی ۱۹۹۵ء تا ۱۹۹۷ء تک مونیکنڈا، مونی بنی جمہار کھنڈ میں درس دیتے رہے، ۱۹۹۷ء میں ہی آم یگان مسجد ساجی جمشید پور کے امام و خطیب رہے، یہ سلسلہ ۲۰۰۵ء تک جاری رہا، یہاں وہ پابندی سے تفسیر قرآن کرتے اور بڑی تعداد مسلمانوں کی ان کے درس سے مستفید ہوا کرتی تھی، بعد نماز ظہر ایک فقہی مسئلہ ہر روز بیان کرتے، جس سے عوام الناس کو بڑا فائدہ پہنچتا، ان کے قرآن کریم پڑھنے کا انداز بھی بڑا دلکش تھا۔

جمہد کی اردو تقریر کے ساتھ مولانا مختلف پروگرام میں بحیثیت خطیب بلائے جاتے، پرمغز، مدلل اور مؤثر تقریر کرتے، مولانا کے اندر جرأت اظہار بھی تھی اور مضبوط بلندا جگہ آواز بھی، اس لیے مجلس پر چھا جاتے، آم یگان میدان کی اس تقریر کی بزرگت آج بھی لوگوں کے کانوں میں گونج رہی ہے، انہوں نے اشتیاق صاحب سابق ڈی سی پی کی دعوت پر اس وقت کے جمہار کھنڈ کے وزیر اعلیٰ ارجن منڈا کے سامنے ”مسادات انسانی“ کے عنوان پر کئی تھی۔

مولانا کا ملنے ملنے کا انداز بھی نرا لڑا تھا، ہونٹوں پر مسکراہٹ، چہرہ پر بشارت اور پیشانی خندہ ہوا کرتی تھی، جس کی وجہ سے ملنے والے ان سے قربت محسوس کرتا اور متاثر ہو کر مجلس سے اٹھتا، مولانا کی شہرت ایک اچھے عامل کی بھی تھی، ان

دارالعلوم دیوبند کے سابق معین المدارس، مدرسہ امدادیہ موریا سرانے کیلا کھر ساواں اور مونیکنڈا مونی بنی، جمہار کھنڈ کے سابق استاذ؛ بلکہ استاذ الاساتذہ، آم یگان مسجد جمشید پور کے سابق امام جمشید پور جمعیت علماء کے سابق صدر تبصر عالم دین، نامور خطیب، مفسر قرآن، بڑے عامل، مولانا امداد اللہ قاسمی ساکن موڑیا، سرانے کیلا کھر ساواں جمہار کھنڈ کا مختصر حالات کے بعد اپنے گھر پر انتقال ہو گیا، ان کے صاحب زادہ مفتی اسعد اللہ کے مطابق رات کے بارہ بجے وہ بہتر پر دراز ہوئے، تین بجے شب اٹھ کر مسواک کیا، وضو کیا، تہجد کی نماز پڑھی، مصلیٰ پر بیٹھ کر ذکر کرتے رہے تا آن کہ فجر کی اذان ہو گئی، گھر پر ہی فجر کی نماز ادا کی، شخص زوروں پر تھی، یہ سچائی بڑھتی جا رہی تھی، مصلیٰ پر ہی لٹا دیا گیا، گو انہوں نے ڈاکٹر کے یہاں لیجانے سے منع کر دیا تھا، لیکن پھر بھی بچوں نے فکر کی، جب تک ڈاکٹر آئے، ان کی روح پرواز کر چکی تھی، اسے کہتے ہیں، طاب حیوات طلیا۔

جنازہ کی نماز ان کے بڑے صاحب زادے مفتی محمد اسعد اللہ قاسمی مہتمم جامعہ عبد اللہ بن مسعود کلام گھر، قدم ڈیہا کھر ساواں، نے پڑھائی اور سینکڑوں معتقدین، مومنین، مخلصین، عزیز واقربا اور عام مسلمانوں کی معیت میں جنازہ مقامی قبرستان بیو نچا اور تدفین عمل میں آئی، پس ماندگان میں اہلیہ، سات لڑکے مفتی اسعد اللہ قاسمی، مولانا احمد اللہ ندوی، مولانا محمد اللہ محمد حبیب اللہ، محمد وحی اللہ، محمد ولی اللہ، محمد نصیب اللہ اور دو لڑکیاں عائشہ خاتون و صدیقہ کو چھوڑا۔

مولانا محمد امداد اللہ قاسمی بن قربان علی اپنے آبائی گاؤں موڑیا جمہار کھنڈ میں جو ۱۹۵۹ء میں پیدا ہوئے، چھ سال کی عمر میں گاؤں کے کتب میں بٹھائے گئے اور مولانا عبد الہادی سے قاعدہ بغدادی ناظرہ قرآن، دیبیت، میزان و منتخب گلستان، بوستان تک کی تعلیم حاصل کی، جس کا دورانیہ چھ سال کا رہا، ۱۹۷۱ء میں دارالعلوم شاہ جہاں پور میں داخلہ لیا، یہ زمانہ مولانا اسلام الحق مظاہریری کی فاطمات کا تھا، یہاں ہدایہ انوکھ تک کی تعلیم پائی، ۱۹۷۳ء میں مدرسہ خلیفہ شاخ مظاہر علوم سہارنپور چلے آئے اور صرف ایک سال یہاں تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۷۴ء میں مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور میں داخلہ لے لیا، یہ شرح جامی کا سال تھا، مولانا کی طبیعت خراب ہو گئی، گھر لوٹ

کتابوں کی دنیا کچھ: ایڈٹر کے قلم سے

نسیم شمال

واماد کے گھر بھی ملاقات کے لیے جانا ہوتا تھا، وہ اپنی قیمتی کتابوں کے تحفظ کے لیے فکر مند تھے، خانقاہ مجیبہ کے کابڑے انہیں بے پناہ عقیدت تھی، امان المستقر بن حضرت سید شاہ امان اللہ قدس سرہ کے دست گرفتہ تھے اور اس کے اثرات ان کی زندگی پر بڑے مثبت اور گہرے تھے۔

اللہ کا شکر اور اس کا احسان ہے کہ ان کی قیمتی لائبریری خانقاہ مجیبہ منتقل ہونے کی وجہ سے محفوظ ہو گئی اور اس منتقلی کے نتیجے میں حضور سجادہ کی توجہ سے ”نسیم شمال“ طباعت کے مرحلے سے گذر کر اہل علم کی آنکھوں کا سرمہ بن گیا، اس کے لیے علمی دنیا کو دارالاشاعت خانقاہ مجیبہ کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ انہوں نے اسے زکریہ صرف کر کے ہم تک پہنچا دیا۔

”نسیم شمال“ تین سو باون صفحات پر مشتمل ایک ضخیم کتاب ہے، جس میں دوسو دس اکابر و مشائخ کے حالات درج ہیں مختلف سلاسل کا تعارف، شاخص، ان کے نام، کام اور کرامتوں سے بھی اس کتاب میں انہوں نے واقفیت ہم پہنچائی ہے اور بہت سارے مشائخ کے تذکرے کو محفوظ کر لیا ہے، یہ کتاب ”نام نیک رفنگان ضائع نمکن“ کی عملی تجسیم اور تصویر ہے۔

شاداں فاروقی نے کتاب کا انتساب اپنے بزرگ و مرشد حضرت مولانا سید شاہ محمد امان اللہ قدس سرہ کے نام کیا ہے جو اپنے شیخ سے ان کی محبت و عقیدت کی بین دلیل ہے، پھر دم عارف کے نام سے علامہ اقبال کی ایک رباعی درج ہے، اس کے بعد زینب سجادہ بھی حضور مولانا سید شاہ آیت اللہ قادری دام فوضہ کا بیسٹ متاخر حرف اوبیں کے نام سے شامل کتاب ہے جو صفحہ ۲۳ سے صفحہ ۲۶ تک

جناب بشیر احمد شاداں فاروقی (۲۰۰۳-۱۹۲۵) کا شمار ہمارے عہد کے نامور محقق، مؤرخ، تذکرہ نگار اور شاعروں میں ہوتا ہے، بقول ڈاکٹر عبد المنان طری ”شاعر و ادب کی خدمت بہت لوگ کرتے ہیں، لیکن خدمت کو عبادت بنا لینے والے بہت کم ہوتے ہیں، شاداں فاروقی کا کمال یہ تھا کہ شاعری، تحقیق، تذکرہ نگاری، نکتہ بینی انکا مشغلہ نہیں خدا کی عبادت بن گئی تھی“ انہوں نے جو کچھ لکھا، خلوص اور عرق ریزی کے ساتھ لکھا، جو کتابیں حوالہ کے لیے دستیاب نہیں تھیں، ان کو اپنے قلم سے ہو بھول کر لیا؛ تا کہ مطبوعہ اور مخطوط میں فرق نہ ہو، نقل مطابق اصل اور حوالہ دینا ہو تو صفحہ اور سطروں میں بھی یکسانیت، آئینہ تہمت، مسلم شعراء بہار کی تین جلدیں، موج سلطانی جیبی کتابیں انہوں نے ہو بھول کیں اور اپنی پیدائی کا بیش تر حصہ اس کی نظر کر دیا تجربہ آزمائی خوش خط تھی، میں جب تذکرہ مسلم مشاہیر ویشالی ترتیب دے رہا تھا تو درجنگہ جا کر ان کی کتابوں سے استفادہ کیا تھا، انہوں نے تذکرہ بزم شمال خود اپنے ہاتھوں مجھے دیا تھا، بزم شمال جلد دوم، تذکرہ نسیم شمال، تاریخ درجنگہ کی تین جلدیں، بیگمات شایان ہند، مغل شہزادے، مغل شہزادوں، ہندوستان کے مسلم مورخین اور دنیا کے مسلم مورخین کے مسودات انہوں نے مجھے دکھائے تھے، کسی کی ترتیب مکمل تھی، کوئی صاف کرنے کے مرحلہ میں بھی اور کسی کے مواد کو مرتب کرنا بھی باقی تھا، میرا ان کے آبائی گاؤں علی گھر جانا ان کی زندگی میں تو نہیں ہوسکا، لیکن درجنگہ میں ان کے مستقر شہرستان نورکین میں یں بار بار جانا ہوا، ان کی اقامت گاہ جانی رحمت میں ان کے

کہا کہ حضرت آپ کے پاس باطنی نعمت ہے، آپ یہ نعمت عطا کریں، چاہے اس کو مفت دیں یا چاہیں تو قیمت طلب کریں، حضرت نے فرمایا کہ قیمت مانگیں تو تم دے نہیں سکو گے اور اگر مفت دے دیں تو تمہیں اس کی قدر نہیں ہوگی، شبلی نے کہا پھر آپ جو فرمائیں میں دے دیتا ہوں، حضرت جنید بغدادی نے فرمایا کہ یہاں کچھ عرصہ رہو، جب ہم دل کے آئینے کو صاف پائیں گے تو یہ نعمت اللہ عطا کر دیں گے، کئی ماہ کے بعد حضرت نے پوچھا کہ تم کیا کرتے ہو، عرض کیا فلاں علاقے کا گورنر ہوں، فرمایا اچھا جاؤ بغداد شہر میں گندھک کی دکان بناؤ، گورنر صاحب نے شہر میں گندھک کی دکان بنائی، ایک تو گندھک کی بدولت دوسرے خریدنے والے عامیہ الناس کی بحث و تکرار سے گورنر صاحب کی طبیعت بہت بیزار ہوئی، چار دن چار سال گزرا تو حضرت کی خدمت میں عرض کیا حضرت ایک سال کی مدت پوری ہوگئی ہے، حضرت جنید بغدادی نے فرمایا اچھا تم دن گنتے رہے ہو، جاؤ ایک سال دکان اور چلاؤ، اب تو دماغ ایسا صاف ہوا کہ دکان کرتے کرتے سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا مگر وقت کا حساب نہ رکھا، ایک دن حضرت نے فرمایا گورنر صاحب آپ کا دوسرا سال مکمل ہو گیا، عرض کیا یہ نہیں، حضرت نے مشکوٰۃ کا ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ جاؤ بغداد شہر میں بیٹھ جاؤ، گورنر صاحب حیران رہ گئے، حضرت نے فرمایا اگر نعمت کے طلبکار ہو تو حکم کی تعمیل کرو ورنہ جس راستے سے آئے ہو واپس چلے جاؤ، گورنر صاحب نے فوراً مشکوٰۃ کا ہاتھ میں پکڑا اور دوشہر میں چلے گئے، چند لوگوں کو ایک جگہ دیکھا اور ہاتھ آگے بڑھایا کہ اللہ کے نام پر کچھ دے دو، انہوں نے چہرہ دیکھا تو فقیر کا چہرہ لگتا ہی نہیں تھا، لہذا انہوں نے کہا کہ پورے شرم نہیں آتی، مانگتے ہوئے، جاؤ سخت و مزدوری کر کے کھاؤ، گورنر صاحب نے جلی کئی کن گھنٹے کا گھونٹ پیا اور فہر دور ویش بر جان در ویش والا معاملہ عجیب بات تو یہ تھی کہ پورا سال در یوزہ گری کرتے رہے، کسی نے کچھ نہ دیا، ہر ایک نے جھڑکیاں دیں، یہ باطنی اصلاح کا طریقہ تھا، حضرت جنید بغدادی گورنر صاحب کے دل سے عجب اور تکبر کاٹنا چاہتے تھے، چنانچہ ایک سال مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلا کر گورنر صاحب کے دل میں یہ بات اتر گئی کہ میری کوئی وقعت نہیں اور مانگا ہو تو مخلوق کے بجائے خالق سے مانگنا چاہئے، پورا سال اسی کام میں گذر گیا۔

ایک دن حضرت جنید بغدادی نے بلا کر کہا کہ گورنر صاحب آپ کا نام کیا ہے؟ عرض کیا شبلی، فرمایا: اچھا آپ ہماری محفل میں بیٹھا کریں، گویا تین سال کے مجاہدے کے بعد اپنی محفل میں بیٹھنے کی اجازت دی، مگر شبلی کے دل کا برتن پہلے ہی صاف ہو چکا تھا، اب حضرت کی ایک بات سے سینے میں نور بھرتا گیا اور انھیں بصیرت سے مالا مال ہوتی ہوئی، چند ماہ کے اندر احوال و یقیات میں ایسی تبدیلی آئی کہ دل محبت الہی سے لبریز ہو گیا، بالآخر حضرت جنید بغدادی نے ایک دن بلاایا اور فرمایا: کبھی آپ تہانہ کے علاقے کے گورنر رہے ہیں، آپ نے کسی پر زیادتی کی ہوگی کسی کا حق دیا ہوگا۔

آپ ایک فہرست مرتب کریں کہ کسی کا حق آپ نے پال کیا، آپ نے فہرست بنانا شروع کیا، حضرت کی توجہات قصص، چنانچہ تین دن میں کئی صفحات پر مشتمل طویل فہرست تیار ہوگئی، حضرت جنید بغدادی نے فرمایا کہ باطن کی نسبت اس وقت تک نصیب نہیں ہو سکتی جب تک کہ معاملات میں صفائی نہ ہو، جاؤ، ان لوگوں سے حق معاف کروا کے آؤ، چنانچہ آپ تہاوند تشریف لے گئے اور ایک ایک آدمی سے معافی مانگی، بعض نے تو جلد معاف کر دیا، بعض نے کہا کہ تم نے ہمیں بہت ذلیل کیا، ہم اس وقت تک معاف نہیں کریں گے جب تک تم اپنی دیر دھوپ میں کھڑے نہ رہو، بعض نے کہا ہم اس وقت تک معاف نہ کریں گے جب تک کہ ہمارے مکان کی تعمیر میں مزدور بن کر کام نہ کرو، آپ ہر آدمی کی خواہش کے مطابق اس کی شرط پوری کرتے، ان سے حق بخشتے رہے حتیٰ کہ دو سال کے بعد واپس بغداد پہنچے، اب آپ کی خانقاہ میں آئے ہوئے پانچ سال کا عرصہ گزر چکا تھا، مجاہدے اور ریاضت کی کچی میں پس پس کرکٹیں مچ چکا تھا۔ ”میں“ نکل گئی تھی، باطن میں قوی ہوئے تو کفر سے تھے، پس رحمت الہی نے جوش مارا اور ایک دن حضرت جنید بغدادی نے انہیں باطنی نسبت سے مالا مال کر دیا، پس پھر کیا تھا، آکھ کا دیکھنا بدل گیا، پاؤں کا چلنا بدل گیا، دل و دماغ کی سوچ بدل گئی، غفلت کے تار پود کھڑے، معرفت الہی سے سینہ پر نور ہو کر خزینہ بن گیا اور آپ عارف باللہ بن گئے۔ (عشق الہی، ص: ۳۳۳-۳۵۲)

جو دنیا کی صورت پر ہوتے ہیں شیدا ہمیشہ وہ رنج و الم دیکھتے ہیں

گرفتنول افتدز ہے نصیب: حضرت ابوبکر صدیقؓ ایک مرتبہ اپنے گھر میں رود کردعا مانگ رہے تھے، جب فارغ ہوئے تو اہل خانہ نے پوچھا کہ کیا حاجت فرمایا کہ میرے پاس کچھ مال ہے، جو میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں، مگر دینے والے کا ہاتھ اوپر ہوتا ہے، لینے والے کا نیچے ہوتا ہے، میں اپنے افاضی اللہ علیہ وسلم کی اتنی بے ادبی بھی نہیں کرنا چاہتا، اس لئے رب کا نکتہ سے رود کردعا مانگ رہا تھا، اے اللہ میرے محبوب کے دل میں یہ بات ڈال دے کہ وہ ابوبکرؓ کے مال کو اپنا مال سمجھ کر خرچ کریں، چنانچہ دعا قبول ہوئی، حدیث پاک کا مضمون ہے کہ نبی علیہ السلام ابوبکرؓ کے مال کو اپنے مال کی طرح خرچ کرتے تھے، ایک حدیث پاک میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ”ان من امن الناس علی فی صحبہ و مالہ ابوبکرؓ“ (بے شک لوگوں میں سب سے بڑا حسن خدمت اور مال کے اعتبار سے ابوبکرؓ ہے)۔ (عشق رسول، ص: ۶۶)

صابر و شاکر دونوں جنتی: عمران بن حطان ایک مشہور و معروف فصیح و بلیغ شاعر گزرا ہے، اس کی ذہانت و ذکاوت کے بہت سے واقعات مشہور ہیں، علامہ زمخشری نے نقل کیا ہے کہ وہ بے انتہا سیادہ فام اور بد صورت تھا اور جتنا وہ بد صورت تھا، اس کی بیوی اتنی ہی خوب صورت تھی، ایک دن اس کی بیوی بہت دیر تک اس کے چہرے کو دیکھتی رہی اور پھر اپنا کس نے کہا: ”الحمد للہ“

عمران نے پوچھا: ”کیا بات ہے، تم نے کس بات پر الحمد للہ کہا ہے؟ بیوی نے کہا: ”میں نے اس بات پر خدا کا شکر ادا کیا ہے کہ تم دونوں جنتی ہیں“ عمران نے پوچھا: ”وہ کیسے؟“ بیوی نے کہا: ”اس لئے کہ تمہیں مجھ جیسی بیوی ملی، تم نے اس پر شکر ادا کیا اور مجھے تمہارے جیسا شوہر ملا، میں نے اس پر شکر کیا اور اللہ نے صابر اور شاکر دونوں کے لئے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔“

ایک صاحبیہ کا عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: جنگ احد کے دوران مدینہ منورہ میں خبر پھیل گئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے، اس خبر کے پھیلنے ہی مدینہ میں کھرام مچ گیا، عورتیں روتی ہوئیں گھروں سے باہر نکل آئیں، ایک انصاری عورت نے کہا جب تک اس کی خود قصدیق نہ کروں، میں اسے تسلیم نہیں کروں گی، چنانچہ وہ اس ایک سواری پر بیٹھی اور اپنی سواری کو اس پہاڑ کی طرف بھگایا، کافی قریب آئیں تو ایک صحابی آتے ہوئے ملے ان سے پوچھتی ہیں: ”صاحب! محمد صلی اللہ علیہ وسلم“ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حال معلوم نہیں، البتہ میں نے دیکھا کہ تیرے بیٹے کی لاش فلاں جگہ پڑی ہوئی ہے، اس عورت کو جوان سال بیٹے کی شہادت کی خبر ہی مگر وہ اس سے مس نہیں ہوئی، اس ماں کے دل میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا اثر تھا کہ بیٹے کی شہادت کی خبر سن کر کوئی پروا نہیں کی، سواری آگے بڑھاتی ہیں ایک اور صحابی ملے، پوچھتی ہیں، ابال محمد صلی اللہ علیہ وسلم، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں، البتہ تیرے خاندان کی لاش فلاں جگہ پڑی ہے، یہ عورت پھر بھی اس سے مس نہ ہوئی اور آگے بڑھی کسی اور سے پوچھا، ابال محمد صلی اللہ علیہ وسلم، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ جواب ملا مجھے معلوم نہیں، البتہ تیرے والد کی لاش فلاں جگہ پڑی ہے، اسی طرح بھائی کے لاش کے بارے میں بھی بتایا گیا کہ فلاں جگہ پڑی ہے مگر یہ عورت پھر بھی اس سے مس نہ ہوئی، آگے ایک اور صحابی ملے، پوچھی ہیں: ”صاحب! محمد صلی اللہ علیہ وسلم“ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں جگہ موجود ہیں، چنانچہ سواری کو ادھر بڑھاتی ہیں، جب وہاں پہنچیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے تھے وہاں اپنی سواری سے نیچے اتر گئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کا ایک کونہ پکڑ کر کہا: ”کل مصیبة بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم سهل“ (میرے اوپر تمام مصیبتیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے بعد آسان ہو گئیں)۔ (خطبات ذوالفقار، ۱۰۲:۲)

ذکر حبیب نے تڑپا دیا دل: ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی مکیوں کا ریوڑ چرا رہے تھے کہ ایک آدمی قریب سے گزرا، گزرتے ہوئے اس نے اللہ تعالیٰ کی شان میں یہ الفاظ رالبلند آواز سے کہے: ”سبحان ذی الملک و الملکوت سبحان ذی العزۃ و العظمت و الہیۃ و القدسۃ و الکویۃ و الجبروت“ (پاک ہے وہ زمین کی بادشاہی اور آسمان کی بادشاہی والا پاک ہے وہ عزت بزرگی بیست اور قدرت والا اور بڑائی و ود بے والا ہے)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے محبوب کی تعریف اتنے پیارے الفاظ میں سنی تو دل چل اٹھا، فرمایا کہ اسے بھائی یہ الفاظ ایک مرتبہ اور کہہ دینا، اس نے کہا کہ مجھے اس کے بدلے کیا دیں گے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا ادھر ریوڑ اس نے یہ الفاظ دوبارہ کہہ دیئے، آپ کو اتنا مزہ آیا کہ بے قرار ہو کر فرمایا، بھائی یہ الفاظ ایک مرتبہ پھر کہہ دیجئے، اس نے کہا اب مجھے اس کے بدلے کیا دیں گے؟ فرمایا تیسرا بار دہراؤ، اس نے یہ الفاظ سہ بارہ کہہ دیئے، آپ کو اتنا مزہ ملا کہ بے ساختہ کہا اے بھائی الفاظ ایک مرتبہ اور کہہ دیجئے اس نے کہا اب تو آپ کے پاس دینے کے کچھ بچائیں اب کیا دیں گے؟ فرمایا اے بھائی میں تیری مکیاں چرایا کروں گا، تم ایک مرتبہ میرے محبوب کی تعریف اور کرو، اس نے کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ کو مبارک ہو، میں تو فرشتہ ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے کہ جاؤ اور میرا نام لاؤ اور دیکھو کہ میرے نام کے کیا دام لگتا ہے، سبحان اللہ (عشق الہی، ص: ۳۱)

اک دم بھی محبت چھپ نہ سکی جان دی ہوئی اسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

ہر غم مجھے منظور مگر محبت میں شرکت نامنظور: حضرت حسن بصریؒ فرماتے تھے ایک دھوئیں نے تو حیدر کھائی، کسی نے پوچھا حضرت وہ کیسے؟ فرمانے لگے کہ میرے ہمسایہ میں ایک دھوئیں رہتا تھا، میں ایک مرتبہ اپنے گھر کی چھت پر بیٹھ گیا، رات میں قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا، ہمسایہ سے میں نے ذرا ونچا اور نچالنے کی آواز سنی پوچھا، بھائی خیریت تو ہے کیوں اونچا بول رہے ہو؟ جب غور سے سنا تو مجھے پتہ چلا کہ بیوی اپنے میاں سے جھگڑ رہی تھی اور اپنے خاندان کو کہہ رہی تھی کہ دیکھ تیری خاطر میں نے تکلیفیں برداشت کیں فاقے کاٹے، سادہ لباس پہنا، ہشتتیں اٹھائیں، ہر دکھ تیری خاطر میں نے برداشت کیا اور میں تیری خاطر ہر دکھ برداشت کرنے کے لئے ابھی تیار ہوں، لیکن اگر تو چاہے کہ میرے سوا کسی اور سے نکاح کر لے تو پھر میرا تیرا گزرا نہیں ہو سکتا، مگر تیرے ساتھ کبھی میں نہیں رہ سکتی، فرماتے ہیں کہ یہ بات سن کر میں نے قرآن پر نظر ڈالی تو قرآن مجید کی آیت سامنے آئی: ”إِنَّ اللَّهَ يُغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ ۚ“ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اسے بندے جو بھی گناہ لے کر آئے گا، میں چاہوں گا، سب معاف کروں گا، لیکن میری محبت میں کسی کو شریک بنائے گا تو پھر میرا تیرا گزرا نہیں ہو سکتا“ (ترجمائے دل، ص: ۳۸)

محبت کی شمع کھال جلتی ہے: حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خواب دیکھا کہ ایک فرشتہ لکھ رہا تھا، پوچھا کیا لکھ رہے ہو؟ کہنے لگے کہ اللہ کے عاشقوں کا نام لکھ رہا ہوں، انہوں نے کہا کہ میرا نام بھی ہے؟ فرشتہ نے کہا کہ تمہارا نام نہیں ہے تو کہنے لگے کہ کیا کرو اللہ کے عاشقوں سے محبت کرنے والوں میں میرا نام لکھو، وہ فرشتہ کہتا ہے بہت اچھا اور چلا گیا، پھر کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھا کہ فرشتہ لکھ رہا ہے پوچھا کیا لکھ رہے ہو؟ کہنے لگے کہ ان لوگوں کے نام لکھ رہا ہوں جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ اچھا میرا نام بھی لکھیں بے تو اس نے دکھایا کہ جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں اس صفحے کے سب سے اوپر ابراہیم بن ادہم کا نام لکھا ہوا تھا اللہ نے فرمایا کہ جو میرے عاشقوں سے محبت کرتے ہیں میں ان بندوں کے ساتھ محبت کیا کرتا ہوں اس لئے اللہ والوں سے محبت، اللہ کی محبت ملنے کا ذریعہ بن جاتی ہے جب اللہ سے محبت ہوتی ہے اللہ کے نام سے بھی محبت ہو جاتی ہے۔ (ترجمائے دل، ص: ۴)

ایک دم بھی محبت چھپ نہ سکی جب تیرا کسی نے نام لیا

شیخ شبلیؒ محبت و معرفت کی دکان میں: شیخ شبلیؒ حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں پہنچے تو

علم حدیث کے فروغ میں ہندوستانی علماء کی خدمات

ڈاکٹر خواجہ غلام السیدین ربانی

نظام حکومت کا مدار اور مسلمانین کے تقرب کا ذریعہ تھا۔ غزنوی اور غوری تسلط کے بعد وسط ایشیاء میں شعر و شاعری، نجوم، ریاضی، فقہ و اصول فقہ کا رواج بڑھ گیا۔ اور علم حدیث معدوم ہو گیا۔ صاحب السنہ، اور مشکوٰۃ کما پڑھائی جاتی تھیں، مسائل فقہیہ کو حدیث و سنت سے جانچنا اور فقہی اجتہاد کو مٹا کر ہو گیا۔

پانچویں صدی ہجری کی ابتدا میں مسلمان حکمران درہ خیبر کے راستے ہندوستان میں داخل ہوئے۔ سلطان محمود غزنوی نے 412ھ میں لاہور فتح کر لیا۔ اس کے بعد سلطان مسعود کے عہد میں ایک بزرگ شیخ اسماعیل لاہور وارد ہوئے۔ آپ حدیث و تفسیر کے جامع النحیر تھے۔ آپ کے ساتھ علم حدیث و تفسیر لاہور آیا۔ شیخ موصوف کے بعد یہاں ڈیرہ سوسال تک اندھیرا چھایا رہا۔ بالآخر ساتویں صدی کے اوائل میں حسن بن محمد صفائی (صافانی) نے ہندوستان میں علم حدیث کی روشنی پھیلانی۔ آپ کا خاندان بادشاہ انہر اور پھر غزنویں سے تعلق رکھتا تھا لیکن ان کے بزرگ ہندوستان میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ امام صفائی غزنوی ثم لاہوری تہا محدث ہیں جنہوں نے ہندوستان میں حدیث کا علم عام کیا۔ اور ”مشارق الانوار“ اس دیار کی پہلی تصنیف اور خدمت حدیث ہے۔ سلاطین خاندان ملوک کی حکومت میں شعر و دلی علم و ادب اور فنون کا گہوارہ رہا ہے۔ دہلی میں اہلباء کرام اور علماء و فضلاء کے جماعہ کو دیکھتے ہوئے تاریخ فرشتے نے جہن سے علاء الدین خلجی تک کے زمانے کو خیر العصر کہا لیکن یہ بات قابل ذکر ہے کہ اُس زمانے میں علم حدیث کا کوئی چرچہ نہیں رہا۔ البتہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے جن تین اساتذہ کمال الدین زاہد، محمود بن ابی الخیر بخاری اور امین الدین محدث تبریزی سے حدیث پر بھی وہ دہلی میں موجود تھے۔ محمد بن احمد بن محمد المارہنگی معروف بہ کمال الدین زاہد (684ھ) مارہنگہ (گجرات) کے متوطن تھے انہوں نے امام صفائی کی تصنیف ”مشارق الانوار“ کا درس برہان الدین محمود اور شمس آقا النیرین فی اخبار الصحیحین کے مصنف کے ساتھ لیا تھا۔ حضرت نظام الدین نے غم الدین ابوبکر مسجد میں حدیث کی سماعت کی اور 679ھ میں آپ سے باقاعدہ سند حاصل کی۔ برہان الدین محمود بن ابی الخیر اسعد بخاری چچئی سلطان ملہن کے زمانے میں حیات تھے۔ آپ بھی امام صفائی کے شاگرد تھے اور ان ہی سے ”مشارق الانوار“ کی سند حاصل کی تھی غالباً آپ ہی یہ کتاب دہلی لے کر آئے اور یہاں اس کا درس شروع کیا۔ انہیں مرغیان (وسط ایشیاء) میں کتاب الہدیہ کے مصنف برہان الدین مرغیان (م 593ھ) سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا تھا۔ سلطان ملہن آپ کی بہت عزت کرتا تھا آپ نے 687ھ میں دہلی میں وفات پائی اور وحوش ششی کے مشرقی کنارے پر مدفون ہیں۔ امین الدین محدث تبریزی نے قطب الدین مبارک شاہ کے عہد میں دہلی میں انتقال فرمایا۔

شمالی ہندوستان اور مرکز حکومت دہلی کے اطراف جوانہ میں کچھ بزرگان دین بلاشبہ مصروف ترویج علم دین تھے جن کے دم سے اسلامی علوم ترویج پارتے تھے لیکن علم حدیث جس توجہ اور اہمیت کا متقاضی تھا وہ اسے حاصل نہیں ہو سکے تھے۔ ... شاید یہی وجہ تھی کہ تاریخ کے صفحات پر یہ واقعہ لکھا ہے کہ جب علاء الدین خلجی کے زمانے میں مشہور محدث شیخ شمس الدین مصری اپنی چار سو (400) کتابوں کے ذخیرے سمیت ہندوستان آئے تو ان کی قدر نہ ہوئی۔ ملتان کے علماء و فقہاء سے ملاقات کے بعد ان کے تاثرات یہ تھے کہ اس ملک میں علماء اور فقہاء کے نزدیک احادیث رسول کی اہمیت نہیں۔ چنانچہ وہ واپس چلے گئے۔ یہ واقعہ ضیاء الدین برنی نے تاریخ فیروز شاہی میں لکھا ہے۔ تعلق سلاطین کے زمانے میں علمی فضا کا منتشر رہی اور دہلی سے دولت آباد کو دارالسلطنت کی منتقلی علماء کے لیے پریشان کن رہی۔ سلاطین دہلی کے زیر اثر جن قدر علاقہ تھا وہاں دسویں صدی ہجری تک علم حدیث سے عموماً بے خبر رہا اس کی وجہ یہ تھی کہ مصر و عرب اور سنج کے لیے ان دنوں خشکی کا راستہ مستعمل تھا جو بہت دشوار گزار اور پرخطر تھا۔ سلاطین دہلی نے اُس وقت تک سمندر کے ساحل تک نہیں پایا تھا۔ اس لیے دہلی کا مرکز علم حدیث کے سرچشمے سے سیراب نہ ہو سکا۔ ایسا لگتا ہے کہ حقیقتاً عرب اور ہندوستان کو علم و فن کے استفادے کے لیے جوڑ دینے کی سعادت سلاطین گجرات کی قسمت میں تھی۔ سلطان احمد شاہ اول نے خود مختاری کے بعد گجرات کو عرب اور ہندوستان کے بیچ سلسلہ الذہب بناد یا اور اس طرح بحر عرب کے دونوں کنارے اس سنہری پل سے جیسے مل گئے۔ حاج کرام اور علم کے مشتاق عرب کا رخ بحری راستے سے کرنے لگے اور اسی راستے سے علم حدیث کا ختم عرب سے آکر ہندوستان کی زمین پر نکلیں اور جزیں مضبوط کرنے لگا۔ گجرات سے ہو کر یہ نور دہلی اور آگرہ کی خانقاہوں کے گیندوں پر منعکس ہوا۔

سب سے پہلے جو بزرگ اس تبرک کو سینے سے لگا کر ہندوستان میں وارد ہوئے وہ مولانا نور الدین احمد شیرازی تھے۔ جو میر سید شریف جرجانی کے شاگرد تھے۔ نویں صدی کے خاتمے اور دسویں صدی کے آغاز کا یہی زمانہ دراصل ہندوستان میں علم حدیث کے باقاعدہ آغاز اور فروغ کا زمانہ ہے، مصر، شام، حجاز میں امام الحدیث حافظ محمد بن عبد الرحمن سخاوی (م 902ھ) کے فضل و کمال کا آفتاب اپنے نصف النہار پر تھا۔ حافظ سخاوی کے تلامذہ میں سب سے پہلے غالباً راج بن داؤد گجراتی ہیں جو 894ھ میں حافظ موصوف کے حلقے میں داخل ہوئے اور اسی حدیث کی سند حاصل کی پھر گجرات وارد ہوئے۔ 904ھ میں احمد آباد میں وفات پائی۔ اُن کے ہم عصر تھے مولانا علاء الدین احمد ہروائی۔ آپ نے عرب کا جاکر حافظ فہرہ اور نور الدین شیرازی کے حدیث کی سند حاصل کی 949ھ میں وفات پائی۔ حافظ سخاوی کے دوسرے شاگرد جمال الدین محمد بن عمر حضرتی، مظفر شاہ جانی، سلطان گجرات کے زمانے میں احمد آباد آئے۔ خود سلطان نے آپ کے آگے زانوئے تلمذ کیا۔ احمد آباد میں 931ھ میں وفات پائی۔ دسویں صدی ہجری میں بعض دیگر علماء ہندوستان آئے اور علم حدیث کو فروغ دیا۔ ان میں قابل ذکر ہیں: شیخ عبدالمعطی علی (م 989ھ) احمد آباد، شہاب احمد مصری (م 992ھ) احمد آباد، شیخ احمد فاکہی ضلی (م 992ھ)، شیخ رافع الدین شیرازی (م 954ھ) اکبر آباد، شیخ ابراہیم بغدادی، شیخ ضیاء الدین مدنی (مدون کا کوری)، شیخ بھلول دہشتی، خواجہ میر گلان ہروی (م 981ھ) اکبر آباد اور پھر سلسلہ ہنوز چلتا ہوا، یہاں بڑے بڑے محدثین پیدا ہوتے رہے اور علم حدیث کا فروغ ہوتا رہا۔

اسلام نے دنیا کو کئی علوم سے نوازا ہے، جن میں تفسیر، حدیث، تاریخ، منطق، فقہ، کلام، بیان، خطابت، خطاطی وغیرہم قابل ذکر اہمیت کے حامل ہیں عرب میں علم اسماء الرجال پہلے سے رائج تھا۔ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد علم حدیث کی شکل اختیار کی۔ علم حدیث اور ذخیرہ احادیث دنیا کی وہ واحد صفت ادب ہے جس میں کسی مذہبی پیشوا کے حالات زندگی، حلیہ، اسوہ، اقوال اور اعمال و عادات کو من و عن، سینہ بہ سینہ منتقل کرتے ہوئے 14 سو سال تک بلا تغیر و تبدل پوری صحت کے ساتھ محفوظ رکھا گیا ہے۔ یہ اپنی جگہ پیغمبر اسلام کا ایک معجزہ اور حفاظت قرآن کریم کی طرح خدا کی ایک اور نشانی ہے۔ علم حدیث اسلامی علوم میں سے ایک ہے جو دیگر علوم کی طرح سر زمین عرب سے نکل کر دھوٹ اسلام اور قرآن کریم کے ساتھ ساتھ دنیا کے دوسرے خطوں تک پہنچا۔ دیار عرب میں علم حدیث کی ترویج اور ترویج حدیث کی تاریخ ایک علیحدہ باب ہے جس کا بیان یہاں زیادہ بڑھ چکا نہیں ہوگا۔ اس لیے ہندوستان میں علم حدیث کی آمد کی تاریخ کی طرف رخ کر لیتا زیادہ مناسب ہوگا۔

ہندوستان میں علم حدیث کی تاریخ کی طرف آنے سے پیشتر ماقبل رسالت اور بعد از رسالت عرب ہند تعلقات کا مختصر ذکر ناگزیر ہے۔ اس سلسلے میں مولانا عبدالکئی، علامہ سید سلمان ندوی اور قاضی اطہر مبارکپوری نے بیش قیمت معلومات فراہم کیں ہیں۔ مختصر عرض ہے کہ عرب تاجر ہندوستان کے مسالہ جات، ریشمی کپڑے، مہنڈ، تلواروں وغیرہم کے ساتھ ساتھ یہاں کے فلسفے، مذہبی رجحانات اور تصوف کے علاوہ علوم مثلاً یورپید، نجوم، ریاضی، تفریحی شغف، شطرنج اور نسکرت ادب (شعرتز کہانیاں) وغیرہم سے واقف بنی نہیں بلکہ استفادہ بھی کر رہے تھے۔ یہ استفادہ یک طرفہ نہیں رہا۔ اس ”لین“ کے بدلے ”دین“ کے طور پر اسلامی علوم ہندوستان منتقل ہونے لگے۔ مسلمان فاتحین اور حکمرانوں کی حیثیت سے تو بذریعہ سند و خیبر بہت بعد میں ہندوستان آئے لیکن بحیثیت تاجر اور مبلغ مغربی سواحل پر بہت پہلے آنے شروع ہو گئے تھے۔ اس سلسلے میں بہت سی روایتیں نقل ہیں اور غلام علی آزاد بلگرامی نے ”سبحة المرجان“ میں زین الدین لماری کی کتاب ”تختہ المجاہدین“ کے حوالے سے کئی روایتیں درج کی ہیں۔ جن میں صحابی رسول حضرت مالک بن دینار کے ہندوستان آکر تبلیغ اسلام کرنے اور کیرالہ کے ساحل پر مساجد تعمیر کرنے کی روایت سب سے مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے حضرت مالک بن دینار کی قبر آج بھی اُن کی تعمیر کردہ مسجد کے احاطے میں بمقام کڈاگور موجود ہے۔ مستند اسلامی تاریخ کی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں سب سے پہلا اسلامی مشن ہندوستان، بمقام تھانہ (ممبئی) پہنچا جو اس وقت بحر ہند کا آباد بندرگاہ تھا۔ اُس کے بعد یہ قافلہ دہلی اور بھڑوچ (گجرات) پہنچا۔ اس قافلے میں یقیناً وہ صحابہ رسول شامل تھے جن کے ساتھ اسوہ حسنہ اور احادیث رسول کی معطر ہوائیں ہندوستان آئیں۔ لیکن اس مشن کو علم حدیث کا پہلا مروجہ اس لیے نہیں کہا جاسکتا کہ انہوں نے باقاعدہ حدیث کے درس کی ابتدا نہیں کی تھی۔

ہندوستان آنے والے صحابہ رسول میں حضرت حکیم بن ابوالعاصی ثقفی 15ھ میں تھانہ اور بھڑوچ آئے۔ حضرت حکم بن غفاری 23ھ میں کمران (سندھ) پہنچے، وگیرہ صحابہ حضرت سنان بن سلمہ ہذلی، حضرت بک بن عدی انصاری، حضرت سخام بن عباس عبدی، حضرت عاصم بن عمرو جعفی اور حضرت عبداللہ انصاری کی آمد کا بھی ذکر تاریخ میں ملتا ہے۔ تابعین میں حضرت تاغر بن وخر، حضرت حارث بن مرہ عبدی، حضرت حکیم بن جلدہ عبدی، حضرت امام حسن بن ابوالحسن بصری اور حضرت سعد بن بشام انصاری تبلیغ اسلام کے مشن پر ہندوستان آئے۔ حضرت سعید بن کندی قیزی 35ھ میں خلیفہ سلام حضرت عثمانؓ کی وفات کے وقت کمران کے امیر تھے۔

159ھ میں ربیع بن صبح السعدی مصری وہ پہلے تابعی بزرگ ہیں جن کے بابرکت قدموں کے ساتھ علم حدیث ہندوستان پہنچا۔ دراصل 93ھ میں سندھ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تھا اور وہاں عرب حاکم مقرر کیے گئے تھے۔ جب 159ھ میں خلیفہ مہدی کے حکم سے ایک نوٹ ہندوستان کی طرف روانہ ہوئی تو اس میں حضرت ربیع بھی تھے۔ حضرت ربیع نے احادیث کے منتشر اوراق کو یکجا کرنے میں سب سے پہلے حصہ لیا تھا۔ ابن سعد نے اپنی کتاب ”تثیف اظنون“ میں لکھا ہے۔ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلام میں تصنیف کی۔ غرض کہ لیے ہندوستانی سمندر میں گئے تو وہیں 160ھ میں انتقال کیا اور کسی جزیرے میں دفن ہوئے۔ ہندوستان آنے والے ایک اور تابعی تھے حباب بن فضالہ جنہوں نے حضورؐ کے خادم خاص حضرت انسؓ کی صحبت پائی تھی۔ اسرائیل بن موسیٰ حضرت حسن بصریؓ کے شاگرد تھے اور ہندوستان بکثرت آتے تھے اس لیے آپ کا نام نزول ہند ہو گیا تھا۔ ابن حیان نے ”ثقات“ میں اُن کے سفیر ہندوستان کا ذکر کیا ہے۔ ابو معشر شیخ سندھ وہ پہلے محدث ہیں جو نو مسلم تھے اور دوسری صدی ہجری میں حدیث و سیر کے امام گذرے۔ مدینہ جا کر مقیم ہو گئے تھے۔ انتقال کیا تو خلیفہ ہارون رشید نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ دوسرے محدث بزرگ رجاہ السنہ ہیں جو ایران پہنچ کر اسراہی کہلائے آپ نے فن حدیث میں وہ کمال پیدا کیا کہ مشہور محدث حاکم نے لکھا کہ ”رکن من الارکان الحدیث“ خلافت کا طرز بدلنے لگا۔ ملوکیت دیر سے دیر سے پاؤں جمانے لگی۔ اموی اور عباسی خلفاء کا رویہ علوم اور علماء کے ساتھ بدلنے لگا۔ چنانچہ ان کی زیادتوں سے پریشان ہو کر اس وسکون اور عافیت کی تلاش میں تیج تابعین اور اہل علم سندھ میں آکر آباد ہونے لگے۔ ان کی نسلوں نے بھی علم دینیہ اور حدیث کی ترویج میں حصہ لیا۔ سندھ کے علماء جو فن حدیث میں مشہور ہوئے یہ تھے: اسماعیل بن موسیٰ بصریؓ و درود سندھ، منصور بن حاتم ثقفیؓ، ابراہیم بن محمد دہلی، احمد بن منصورؓ (آپ سندھ کے دارالافتاء منصورہ کے قاضی تھے)۔ اس کے بعد عباسیوں کی کمزوری کے باعث بیشتر جگہوں پر خود مختار غیر عرب حکومتیں قائم ہو گئیں۔ اور پھر تاتاریوں کے سیلاب بلا کے بعد علوم اسلامی کی فضا پر تو جیسے سانا چھایا۔ مذہبی علوم کی ضرورت صرف اس لیے رہ گئی کہ عہدہ قضا حاصل کیا جائے اور اس مقصد کے لیے فقہ دان سے کام چل جاتا تھا اس لیے علم حدیث بے اعتنائی کا شکار ہو گیا۔

ہندوستان میں درہ خیبر سے جو علماء وارد ہوئے وہ اپنے ساتھ جو علم لائے وہ صرف فقہ اور دانی کا پختہ رہا تو کیا کہیں علم

مسلم خواتین میں خود اعتمادی کا جذبہ

مولانا نادر الحسن القاسمی

اسی طرح عاتکہ بنت زید کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ: ”حضرت عمرؓ کی اہلیہ فجر اور عشاء کی نمازوں میں مسجد جایا کرتی تھیں اور حضرت عمرؓ کو یہ بات پسند نہ تھی انہیں اس سے غیرت آیا کرتی تھی، جب ان کی اہلیہ سے کہا گیا تو کہنے لگیں تو پھر وہ ہمیں روکنے کیوں نہیں ہیں؟ کہا گیا کہ وہ اس لئے نہیں روکتے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کی بندویں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکا کرو“ (رواہ البخاری)

اس حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ: ”عبدالرزاق نے امام زہریؒ سے نقل کیا ہے کہ جس وقت حضرت عمرؓ کو گیزہ مارا گیا اس وقت وہ مسجد میں ہی تھیں“ (فتح الباری: ۳۰۶/۳)

اس کے علاوہ عورت کو اس کی بھی گنجائش دی گئی ہے کہ وہ شرعی تقاضوں کو پورا کرنے کے ساتھ حال روزی کے لئے کوئی مناسب حُرمت اختیار کر سکتی ہے، چنانچہ عاتکہؓ کا بیان ہے کہ: ”ہم میں سب سے زیادہ نجی نہی نہیں جو دستکاری کے ذریعہ مال کماتی تھیں اور اللہ کی راہ میں اس کا صدقہ کر دیا کرتی تھیں“ (رواہ مسلم)

مستدرک حاکم میں ہے کہ: ”نہی بنت جحش دستکاری کا ہنر رکھتی تھیں، وہ رنگ کا کام کرتی تھی اور پیسے جمع کر کے اللہ کی راہ میں صدقہ کرتی تھیں“ (فتح الباری: ۳۰۶/۳)

فاطمہ بنت قیس کا بیان ہے کہ اعلان کیا گیا کہ مسجد میں اکٹھے ہو جاؤ نماز ہونے والی ہے، چنانچہ میں بھی جلدی سے چلی گئی اور مردوں کی صفوں کے پیچھے والی سب سے پہلی صف میں کھڑی ہو گئی۔ (رواہ مسلم)

اسی طرح اُمّ کلثوم بنت عقبہؓ بھی دو شیزہ بنی کے عالم میں تھیں کہ اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے وہ ہجرت کر کے چل آئیں اور جب ان کے اہل خانہ نے ان کو واپس بلانا چاہا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت مرحمت نہیں فرمائی اور حضرت اُمّ کلثومؓ کو دوبارہ آزمانش میں ہٹایا ہونے سے بچایا۔

میں نہیں خواہتا کہ حوصلہ عہد نبوت میں اتنا بلند تھا کہ نہ صرف اللہ کی رضا اور ایمان کی حفاظت کیلئے ہجرت کر کے سعادت سے شرف ہوتی تھی بلکہ وہ جہاد میں شرکت اور شہادت کے شرف سے ہمکنار ہونے کی تمنا بھی دل میں رکھتی تھیں اور بڑی جنگ میں ہی نہیں سمندری سفر اور بحری لڑائی میں شرکت سے بھی گریز نہیں کرتی تھیں۔

حضرت انس بن مالکؓ کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ثُبابہ کی طرف جاتے تھے تو اُمّ حرام بنت ملحان کے یہاں بھی تعریف لیا کرتے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانے پینے کی کوئی چیز پیش کرتی تھیں، یاد رہے کہ اُمّ حرام حضرت عباہ بن الصامتؓ کے زہر کا شکار تھیں، ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم شریف لائے اور ان کے گھر پر کچھ کھانا تناول فرمایا اور وہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کینڈا آگئی پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر مسکراہٹ تھی تو اُمّ حرام نے دریافت کیا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں مسکرا رہے ہیں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میری امت کے کچھ افراد میرے سامنے پیش کئے گئے جو اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے اس سمندری کشتی پر تھیں کہ وہ بادشاہوں کی طرح بیٹھ کر نکلیں گے، تو انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے دعا فرمادیجئے کہ مجھے بھی ان لوگوں میں شامل کر لے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور پھر مگے اور جب بیدار ہوئے تو مسکراتے ہوئے، چنانچہ اُمّ حرام نے پھر وہی سوال دہرایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کا جواب عنایت فرمایا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”قصر کے شہر کو فتح کرنے کیلئے جو پہلا لشکر میرے امتیوں کا جائے گا وہ سب کے سب بخش دینے گئے، اُمّ حرام نے پھر کہا کہ میرے لئے بھی دعا فرمادیجئے کہ میں ان میں شامل ہو جاؤں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم تو پہلے گروہ میں شامل ہوئی، چنانچہ حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ میں وہ سمندر کے معرکہ میں شریک ہوئیں اور سمندر سے نکلنے وقت اپنی سواری سے گر کر ہلاک ہو گئیں“

اس طرح اللہ نے ان کے لئے شہادت کا انتظام فرمایا۔

خواتین، اسلامی عہد میں شایان وقت کو بھی ان کی غلطیوں پر ٹوکنے سے باز نہیں رہتی تھیں، زید ابن اسلمؓ کا بیان ہے کہ اُموی حکمران عبدالملک بن مروان نے ایک دن کسی نوکر کو بلوایا اور عرض میں اس نے اہل طعن کیا تو اُمّ الدرداءؓ نے لنگے دن عبدالملک بن مروان کو کوکا کم گزشتہ رات کسی نوکر پر لعنت بھیج کر تھے حالانکہ میں نے حضرت ابوالدرداءؓ سے سنا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ”زیادہ لعن طعن کرنے والے لوگ قیامت کے دن نہ شفاعت کر سکیں گے اور نہ ان کو گواہ بنایا جائے گا“۔

غرض یہ کہ عورتوں کی خود اعتمادی اور اپنی شخصیت پر بھروسے کی بہت سی مثالیں ہیں کہ انہوں نے بعض مواقع پر مردوں سے بھی زیادہ حوصلہ اور عزیمت کا ثبوت دیا ہے، مثال کے طور پر: صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت اُمّ سلمہؓ کی اصابت رائے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا مشورہ دینا جس سے بہت بڑا فائدہ اُٹھ گیا۔

حضرت خولہؓ کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے شوہر کے معاملہ میں بحث و گفتگو کرنا۔

عورتوں کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مراجعت پر حضرت عمر بن الخطابؓ کے اعتراض کے جواب میں حضرت اُمّ سلمہؓ صاف گوئی۔

حضرت أسماء بنت عمیسؓ کا ان کی ہجرت کے بارے میں حضرت عمرؓ کے اشکال پر ڈٹ جانا۔

اَسَاء بنت ابی بکرؓ کا سورج گرہن کی طویل نماز میں شریک رہنا۔

بیٹے کی وفات کی اطلاع شوہر کو دینے میں حضرت اُمّ سلمہؓ کا یہ مثال صبر و ضبط۔

باپ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ کی بیٹی حفصہؓ خلافت کے بحران کو حل کے بارے میں دلچسپی لینا۔

اَسَاء بنت ابی بکرؓ کا حجاج کے ظلم و جبر کے مقابلہ میں ڈٹ جانا۔

حضرت عاتکہؓ کا دیگر صاحبِ کرامت کی متعدد علمی غلطیوں کی اصلاح کرنا۔

ان تمام مثالوں سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عورتیں معاشرہ میں کتنا اہم رول ادا کر سکتی ہیں، چنانچہ وہ خواتین جو طبعی میدان میں امتیاز رکھتی ہیں وہ بہت سے اجتماعی مسائل کو حل کرنے میں بسا اوقات مردوں سے زیادہ موثر ہو سکتی ہیں۔

عہد نبوت میں عورتوں کو اپنے حقوق و فرائض کا پورے طور پر ادراک تھا، چنانچہ وہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ اسلام نے آ کر انہیں کتنا بلند مقام عطا کیا ہے؟ اور وہ کن امور میں مردوں کی ہمسری کر سکتی ہیں؟ اور کن کن امور میں وہ مردوں سے سبقت لے سکتی ہیں؟ کیونکہ خواتین نے سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے لئے مزید تعلیم کے مواقع فراہم کرنے کی درخواست کی اور یہ مطالبہ کیا کہ مردوں کی طرح ان کے لئے بھی خصوصی درس کا نظم کیا جائے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ خواہش پوری فرمائی۔

عورتوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے مسائل دریافت کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا جن کے ذکر میں بظاہر حیاء کاوش بن جایا کرتی ہے اور عورتیں ان کے بارے میں صحیح شرعی علم سے محروم رہ جایا کرتی ہیں۔

بعض خواتین کے سامنے اگر کسی نے غلط شرعی مسائل بیان کئے اور ان کو شبہ ہوا تو خاموش بیٹھ جانے کے بجائے انہوں نے خود ہی پیش قدمی کر کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست مسائل دریافت کئے اور اپنے ساتھ مردوں کی معلومات کو بھی درست کیا، چنانچہ مشہور محدث حافظ ابن حجرؒ صبیحہ بنت الحارث کے رویہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جس طرح انہوں نے خود سوال کر کے صحیح مسئلہ جاننا چاہا اسی طرح ہر مرد و عورت کو چاہئے کہ اگر کسی مفتی یا قاضی کے بیان کردہ مسئلہ یا فیصلہ کے بارے میں شبہ ہو تو وہ صورت حال کی وضاحت کرانے سے باز نہ آئے، خواہ مسئلہ کتنا ہی پیچیدہ اور نازک کیوں نہ ہو، اس معاملہ میں عمری بھی کوئی قید نہیں ہے، جوان اور بوڑھی سب خواتین مسئلہ کی صحیح نوعیت معلوم کرنے کا یکساں حق رکھتی ہیں، چنانچہ امام احمدؒ روایت کرتے ہیں کہ:

(بقرعید کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری پر پیچھے فضل بن عباسؓ کو سوار کر رکھا تھا کہ قبیلہ قحط کی ایک نہایت ہی خوبصورت خاتون نے سامنے آ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا کہ میرے والد نہایت ہی ضعیف ہیں، وہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتے اگر میں اُنکی طرف سے حج ادا کروں تو اُن کا حج ادا ہو جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ہاں ہو جائے گا)

شادی بیاہ کے معاملہ میں بھی عورت کے مفاد کا احساس باپ یا عورت کے دوسرے سرپرستوں کو ہوتا ہے، چنانچہ نکاح کیلئے ولی کی شرط لگائی گئی ہے لیکن ولی عورت کے مفاد کے خلاف اقدام کرے اور اس کی شادی ایسی جگہ کر لی جاسے جو اُسے ناپسند ہے یا عورت پر پتہ نہ ہو گئی ہے اور وہ خود ہی کسی بنا پر اپنے نکاح کے معاملہ کو طے کرنا چاہتی ہے تو اس کی بھی گنجائش رکھی گئی ہے اور ایک طرف عورتوں کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ اس معاملہ میں شوخی و بے حیائی کا مظاہرہ نہ کریں اور دوسری طرف اُس کے سرپرستوں کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ بالغ عورت کی رائے کو اہمیت دیں اور ایسا قدم نہ اٹھائیں جس سے عورت کو نقصان پہنچ سکتا ہو، چنانچہ بخاری شریف میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ: ”جعفری اولاد میں سے ایک خاتون کو اس بات کا اندیشہ پیدا ہو گیا کہ اس کے ذمہ داران اس کی شادی ایسی جگہ کر دیں گے جو اُسے پسند نہیں ہے، لہذا اُس نے انصار کے دو ذمہ داروں کے پاس اس سلسلہ میں پیغام بھیج کر اپنے اندیشہ کا اظہار کیا تو اُن دونوں نے یقین دہانی کرائی کہ: ”تم زحمت و اس لئے کہ فاطمہ بنت خدام کی شادی اُس کے باپ نے ایسی جگہ کر دی تھی جو اُسے ناپسند تھی، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نکاح کو کالعدم قرار دیا“

اسی طرح حضرت بریرہؓ کو مفیت نامی شخص کے ساتھ ازدواجی تعلق برقرار رکھنا پسند نہیں تھا، چنانچہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش پر کہا کہ کیا مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حکم دے رہے ہیں کہ میں ہر حال میں اُن کے ساتھ ہی رہوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نہیں میں صرف مشورہ دے رہا ہوں، سفارش کر رہا ہوں تو انہوں نے کہا کہ مجھے اُن کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور میں اُن کے نکاح میں نہیں رہ سکتی، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکی آزادی پر روک نہیں لگائی اور انہوں نے شوہر سے علیحدگی حاصل کر لی۔

حافظ ابن حجرؒ اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ”بریرہؓ کے اس سوال سے کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حکم دے رہے ہیں؟ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جانتی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حکم ماننا لازم ہے، اس لئے انہوں نے وضاحت چاہی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے یا مشورہ؟ جسے قبول کرنے اور نہ کرنے کا اُن کو اختیار ہو، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر مشورہ کا ماننا ضروری نہیں ہے اور مشورہ دینے اور سفارش کرنے والے کا مقام خواہ کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو نہ ماننے پر نہ ناراضگی کا اندیشہ ہے اور نہ ظلمت کا، اس سے حضرت بریرہؓ کے ”خسین“ ادب کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش کو نہیں مانتی بلکہ یہ کہا کہ مجھے ان شوہر صاحب کی ضرورت نہیں ہے۔“ (فتح الباری: ۲۳۳/۱۱-۲۳۴)

میں نہیں بلکہ ایک خاتون نے تو خود کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے براہِ راست نکاح کیلئے پیش کیا، جس کو دیکھ کر حضرت انسؓ کی بیٹی کہنے لگیں کہ کتنی ہے حیا خاتون ہے یہ خود کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نکاح کیلئے پیش کر رہی ہے، تو حضرت انسؓ نے فرمایا کہ تم سے بہتر ہے، اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خود کو پیش کیا، اسی سے امام بخاریؒ نے یہ مسئلہ مذکور کیا ہے کہ کوئی صلاح و تقویٰ میں امتیاز رکھنے والا شخص ہو تو اس کے سامنے عورت خود کو نکاح کیلئے پیش کر سکتی ہے اور یہ ظاہر کر سکتی ہے کہ وہ اس کے ساتھ شرعی اصولوں کے مطابق ازدواجی رشتہ قائم کرنا چاہتی ہے۔

علامہ ابن دین العیدؒ فرماتے ہیں کہ: ”حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ عورت اپنے آپ کو اس شخص کے ساتھ نکاح کیلئے پیش کر سکتی ہیں جس سے برکت کی امید ہو“۔ اسی طرح اگر عورت ظلم و زیادتی کا شکار ہو یا اسے حقوق پورے نہ مل رہے ہوں تو اس کو شوہر سے علیحدگی اختیار کر لینے کا حق بھی ہے۔

ثابت بن قیسؓ کی اہلیہ کا قصہ مشہور ہے کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واضح ہو جانے پر کہ شوہر اور بیوی کے درمیان نباہ نہ کی کوئی شکل نہیں رہی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم علیحدگی چاہتی ہو تو انہوں نے مہر کے طور پر تم کو جو باغ یا دیہہ وہ وادیاں کروادو اور تمہیں چھوڑ دیں گے، انہوں نے کہا کہ بہت اچھا، چنانچہ اُس نے باغ وادیاں کر دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر شوہر نے طلاق دیدی۔

اخبار جہان

محمد اسعد اللہ قاسمی

تعلیم و روزگار

اٹر پردیش (UPSSSC) کے ذریعہ ایگریکلچر ٹیکنیکل اسٹنٹ کے لئے 3446 آسامیوں کے لیے نوٹیفکیشن

اٹر پردیش ماتحت خدمات سلیکشن کمیشن (UPSSSC) نے ایگریکلچر ٹیکنیکل اسٹنٹ (ایگریکلچر ٹیکنیکل) کی 3446 آسامیوں پر بھرتی کے لیے نوٹیفکیشن جاری کیا ہے، ان میں سے 689 آسامیاں خواتین کے لیے مخصوص ہیں۔ منتخب امیدواروں کو ڈائریکٹر زراعت، محکمہ زراعت کے طور پر تعینات کیا جائے گا، اس کا اشتہار نمبر 2024 / Exam-07 ہے، تمام قسم کے تحفظات کے فوائد اٹر پردیش کے اصل باشندوں کو دستیاب ہوں گے، دوسری ریاستوں سے تمام زمروں کے غیر محفوظ امیدوار درخواست دینے کے اہل ہوں گے، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ 31 مئی 2024 ہے، درخواست کی فیس 25 روپے تمام زمروں کے امیدواروں کے لیے قابل ادائیگی ہے، درخواست فارم میں ترمیم کرنے کی تاریخ: 07 جون 2024۔

اہم ہدایات: اٹر پردیش کے تمام محفوظ زمرے کے امیدواروں کو درخواست میں اپنے زمرے کا ذکر کرنا ہوگا۔ ایک سے زیادہ زمرے کا دعویٰ کرنے والے امیدواروں کے لیے صرف ایک ہی رعایت دی جائے گی۔ اٹر پردیش کی خواتین امیدواروں کے معاملے میں صرف والد کی طرف سے جاری کردہ ذات کا حقیقت ہی درست ہوگا۔ ایسے امیدوار جو اٹر پردیش کے رہائشی نہیں ہیں انہیں ریزرویشن کا فائدہ نہیں دیا جائے گا۔ جو امیدوار مرکزی یا ریاستی حکومت میں خدمات انجام دے رہے ہیں انہیں این اوسی حاصل کرنا ہوگا۔ صرف بانی اسکول یا اس کے مساوی امتحان پاس کرنے کے حقیقت میں دی گئی تاریخ پیدائش ہی درست ہوگی۔ ایک سے زیادہ درخواستوں کی صورت میں، صرف آخری جمع کردہ درخواست ہی قبول کی جائے گی۔ بہترین کھلاڑیوں کے لیے 02% ریزرویشن کی اجازت ہوگی۔

ویب سائٹ: upsssc.gov.in، ہیلپ لائن نمبر: 0522-2720814

بہار انسٹی ٹیوٹ میں اساتذہ کی 62 آسامیوں کا موقع

بہار پبلک سروس کمیشن (B.P.S.C) نے سینڈری ٹیچر اور ہائر سینڈری ٹیچر کے 62 عہدوں کے لئے درخواست طلب کی ہے، درخواست کی فیس: 750 روپے، ST/SC زمرہ اور معذور امیدواروں کے لیے 200 روپے، ادائیگی آن لائن موڈ کے ذریعے کرنی ہوگی، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ: 31 مئی 2024، ویب سائٹ: www.bpsc.bih.nic.in۔

انڈسٹریل ٹرینی کے 239 آسامیوں کے لیے موقع

نیو جلی گنٹلٹ کارپوریشن انڈیا لمیٹڈ نے انڈسٹریل ٹرینی میں 239 عہدوں کے لئے درخواست طلب کیا ہے، درخواست کی فیس کسی بھی زمرے کے لیے نہیں ہے، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ: 31 مئی 2024، ویب سائٹ: www.nlcindia.in۔ ای میل آئی ڈی: help.recruitment@nlcindia.in۔

اٹر پردیش انسٹی ٹیوٹ میں 4016 آسامیوں کے لیے نوٹیفکیشن

اٹر پردیش ماتحت خدمات سلیکشن کمیشن نے جونیئر ایگزیٹو سول/اسٹنٹ ڈیپنٹ آفیسر کے 4016 عہدوں کے لئے درخواست طلب کی ہے، درخواست کی فیس تمام زمروں کے لیے 25 روپے ہے، فیس آن لائن ادائیگی کریں یا ایس بی آئی کے کسی چالان کے ذریعے کرنا ہوگا، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ: 07 جون 2024، ویب سائٹ: upsssc.gov.in۔

JAMIA MILLIA ISLAMIA جامعہ ملیہ اسلامیہ
(A Central University by an Act of Parliament)
NAAC Accredited Grade 'A++'
Main Campus: New Delhi-110025

Office of the Controller of Examinations دفتر کنٹرولر امتحانات
Toll: +91-11-2608717 Fax: DR: +91-11-2608718, +91-11-2608719, +91-11-2608720
Direct Controller: +91-11-2608717, ACE: 2608718, DR: 2608719, AR: 2608720

NOTIFICATION (Revised)

Residential Coaching Academy
Centre for Coaching and Career Planning
Jamia Millia Islamia, New Delhi - 110025

Invites applications for
FREE COACHING (WITH HOSTEL FACILITY)

For
CIVIL SERVICES (Preliminary-cum-Main)-2025 for Males, SCs, STs and Women
Schedule for Civil Services (Preliminary-cum-Main)- 2025 Coaching Programme

Particular	Proposed Schedule
Online application live on	18 th March 2024 (Monday)
Last date for submission of the Application Form	19 th June 2024 (Wednesday)
Kepting of forms for entering the national Application Form	21 st & 22 nd June 2024
Test Date (and Papers)	29 th June 2024 (Saturday)
Paper-I: General Studies (Objective Type only)	10.00 am to 12:00 pm
Paper-II: Essay	12:00 pm to 1:00 pm
Result of written test (Tentative)	29 th July 2024 (Saturday)
Interviews (Online only) (Tentative)	29 th July - 12 th August 2024
Final Result (Tentative)	14 th August 2024 (Wednesday)
Last date for completion of admission	19 th August 2024 (Monday)
Registration for waiting list candidates	22 nd August 2024 (Thursday)
Admission for waiting list candidates	28 th August 2024 (Tuesday)
Classes (Orientation)	30 th August 2024 (Friday)

1. The Entrance test will be held in ten cities. Accordingly, Test centres will be located in Delhi, Sonapat, Jaipur, Hyderabad, Guwahati, Ranchi, Patna, Lucknow, Bhopal, and Madras (Bengal).

2. The Written test will consist of a paper of General Studies (Objective type only) and a paper of English (Essay). The test is to assess the candidate's knowledge of general awareness, critical thinking, logical thinking, reasoning and comprehension, and written communication. The total duration of the examination would be three hours, comprising two hours for General Studies and One hour for Essay Writing.

Contestant's

Controller of Examinations

رخ میں اسرائیلی آپریشن، دی بیگ کی عدالت میں نئی سماعت شروع

غزہ پٹی کے جنوبی شہر رخ میں اسرائیلی فوج کے آپریشن کے خلاف نیدرلینڈز کے شہری دی بیگ میں واقع اقوام متحدہ کی بین الاقوامی عدالت میں جنوبی افریقہ کی دائر کردہ نئی درخواست پر دوسری سماعت جمعرات سولہ مئی کو شروع ہو گئی، اس میں جنوبی افریقہ نے درخواست کی ہے کہ اسرائیل کو مجبور کیا جائے کہ وہ سات ماہ سے زیادہ عرصے سے جاری غزہ کی جنگ میں تباہ شدہ فلسطینی علاقے غزہ پٹی کے مصر کے ساتھ سرحد کے قریب واقع جنوبی شہر رخ میں اپنی فوج کی طرف سے کیا جانے والا زینی آپریشن روک دے، غزہ کی تنگ ساحلی پٹی پہلے ہی ایک بہت نچان آباد علاقہ تھا مگر سات اکتوبر کو حماس کے اسرائیل میں دہشت گردانہ حملے کے ساتھ شروع ہونے والی حماس اور اسرائیل کی جنگ میں اب تک اس خطے کی آبادی کا بہت بڑا حصہ نقل مکانی کے بعد رخ میں پناہ گزین ہو چکا ہے، رخ شہر میں پناہ لینے والے بے گھر فلسطینیوں کی تعداد غزہ پٹی کی مجموعی آبادی کے نصف سے بھی زیادہ بنتی ہے۔ (ڈی ڈیلیو)

ایران میں جمعہ اور ہفتہ ویک اینڈ ہوں گے، پارلیمنٹ کی منظوری

ایرانی پارلیمنٹ نے تمام سرکاری ملازمتوں کے لیے کام کے ہفتہ واری اوقات میں تبدیلیوں کی منظوری دیتے ہوئے جمعے اور ہفتے کے دنوں کو اختتام ہفتہ قرار دیا ہے، بدھ کے روز ایرانی پارلیمنٹ کی طرف سے دی گئی اس منظوری کے بعد اتوار سے جمعرات کے دوران 40 گھنٹے کام کرنے والا ہفتہ قائم کیا جائے گا، اس قانون سازی کو ابھی ملکی آئین نگار کونسل کی جانب سے قبولیت کی ضرورت ہے، ایران میں اس وقت ہفتے میں کام کے لیے 44 گھنٹے ہیں جبکہ جمعرات کو آدھے دن اور جمعہ کو مکمل چھٹی ہوتی ہے، سرکاری خبر رساں ایجنسی ایرنا کے مطابق اس تبدیلی پر پارلیمنٹ میں گرما گرم بحث ہوئی اور 136 قانون سازوں نے کام کے اوقات اور اختتام ہفتہ کے دنوں کی تبدیلی کے حق میں ووٹ دیا جب کہ 66 نے اس کی مخالفت کی اور تین اراکین غیر حاضر رہے۔ (ڈی ڈیلیو)

سلوواکیہ کے وزیر اعظم کی حالت انتہائی تشویشناک، لیکن مستحکم

سلوواکیہ کے وزیر اعظم رابرٹ فیٹسو کی ایک قاتلانہ حملے میں زخمی ہونے کے بعد حالت "انتہائی تشویشناک"، لیکن مستحکم ہے، یہ بات اس ہسپتال کی ایک الیکار نے بتائی، جہاں فیٹسو زیر علاج ہیں، سلوواک وزیر اعظم پر بدھ کے روز ایک قاتلانہ حملے میں پانچ گولیاں چلائی گئی تھیں، یہ حملہ ایک ایسی قاتلانہ کوشش تھی، جس نے یورپی یونین کے رکن اس ملک میں موجود گہری سیاسی تقسیم کو عیاں کر دیا ہے، سلوواکیہ میں اس واقعے پر پریسی سلاوی کونسل کا اجلاس بلا دیا گیا ہے اور کابینہ کے ارکان جمعرات کو اکٹھا ہوئے، سلوواکیہ کے شہر بکاسٹر کی میں واقع ایف ڈی روز ویٹ یونیورسٹی ہسپتال کی ڈائریکٹر مریم لاپوٹیکو کے مطابق وزیر اعظم کو لگنے والی متعدد گولیوں کا علاج کرنے کے لیے دو میٹروں نے ان کی پانچ گھنٹے تک سرجری کی، انہوں نے نامہ نگاروں کو بتایا کہ "اس وقت (وزیر اعظم) کی حالت مستحکم لیکن تشویشناک ہے، وہ انتہائی نگہداشت کے یونٹ میں رہیں گے" (ایجنسی)

صرف 12 سینکڑوں میں 25 ملین ڈالر کی کرپٹو کرنسی چرانے کے الزام میں دو بھائی گرفتار

امریکہ کی سب سے معتبر مجسمے جانے والی بوئیورسٹیوں میں سے ایک میں پڑھنے والے دو بھائیوں پر 12 سینکڑوں میں 25 ملین ڈالر مالیت کی کرپٹو کرنسی چرانے کا الزام عائد ہوا ہے، 24 سالہ لیٹون بھائی بونیو اور 28 سالہ لیٹون بھائی بونیو پر مشی لانڈرنگ کرنے اور وائفرڈ کے الزامات لگے ہیں اور امریکی محکمہ انصاف کے مطابق مبینہ چوری اپنی نوعیت کی ایسی پہلی واردات ہے، استغاثہ نے عدالت میں کہا ہے کہ دونوں بھائیوں نے جو امریکہ کے میسیچوسٹس اسٹیٹیٹ آف میکانی لو جی (ایم آئی ٹی) میں پڑھ چکے ہیں، یہ واردات اپریل 2023 میں کی تھی، ڈی پی ٹی جزیل لیزامونا کو نے عدالت کو بتایا کہ دونوں بھائیوں نے 25 ملین امریکی ڈالر مالیت کی ہتھیار کرپٹو کرنسی ایک ایسی اعلیٰ پائے کی تکنیکی سکیم کی مدد سے چرانے جس کو تیار کرنے میں ان کو کئی ماہ لگے؛ لیکن چوری کرنے میں صرف چند سینکڑوں لیزامونا کو نے بتایا کہ امریکی انٹرنل ریویو سروس (آئی آر ایس) کے ایجنٹوں نے اپنی نوعیت کے پہلے وائفرڈ اور مشی لانڈرنگ کی سکیم پکڑنے میں اہم کردار ادا کیا (بی بی سی)

فلسطین میں پرتشدد کارروائیاں، کینیڈا میں چار انتہا پسند اسرائیلیوں پر پابندیاں

کینیڈا نے مغربی کنارے میں فلسطینیوں کے خلاف تشدد کے الزام میں چار اسرائیلیوں پر پابندیاں عائد کر دی ہیں، خبر رساں ادارے روٹرز کے مطابق امریکہ اور برطانیہ سمیت دیگر اتحادیوں کی طرح کینیڈا بھی فلسطینیوں کے خلاف آبادکاروں کے بڑھتے ہوئے تشدد کو روکنے کی کوششوں میں شامل ہو رہا ہے، کینیڈا کی جانب سے انتہا پسند اسرائیلی آبادکاروں کے خلاف یہ پہلا قدم ہے، کینیڈین وزارت خارجہ کے مطابق یہ پابندیاں ان اسرائیلی آبادکاروں پر عائد کی گئی ہیں جن پر فلسطینی شہریوں اور ان کی املاک کے خلاف تشدد اور پرتشدد کارروائیوں میں ملوث ہونے کا الزام ہے، اپریل میں فرانس نے کہا تھا کہ وہ مقبوضہ مغربی کنارے میں فلسطینی شہریوں کے خلاف تشدد میں ملوث اسرائیلی آبادکاروں پر پابندیاں بڑھانے پر غور کر رہا ہے، سات اکتوبر کو حماس کے اسرائیل پر حملے کے بعد سے مقبوضہ علاقوں میں بھی کشیدگی بڑھ گئی ہے (اردو نیوز)

ملی سرگرمیاں

مفتی محمد سہراب ندوی

حضرت مولانا کا کا سعید احمد عمری صاحب کا انتقال ملت اسلامیہ کیلئے ایک عظیم حادثہ: آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے قدیم رکن اور طویل عرصہ سے بورڈ کے سینئر نائب صدر حضرت مولانا کا کا سعید احمد عمری رحمہ اللہ کی وفات پر حضرت مولانا خالد مسیف اللہ رحمانی صاحب صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے حضرت مولانا کا کا سعید احمد عمری صاحب کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ ایک مثالی شخصیت کے مالک تھے، علم و عمل کا حسین امتزاج تھے، انھوں نے تعلیم کے میدان میں بڑی محنت کی، ان کے زیر اہتمام جامعہ دارالسلام عمر آباد کو بڑی ترقی حاصل ہوئی، اس جامعہ کا بنیادی مقصد دینی اور عصری تعلیم کا امتزاج اور مسلک و مشرب کی سطح سے اوپر اچھے کردین اور علم دین کی خدمت کرنا ہے، انھوں نے ہمیشہ اپنے آپ کو اسی راہ پر قائم رکھا اور اس سلسلے میں اپنا پسند نقطہ نظر رکھتے والے حضرات کی کوئی پروا نہیں کی، ان کی زندگی کا ایک اہم پہلو برادران وطن میں دعوت اسلام کا کام تھا، انھوں نے جامعہ دارالسلام کے بعض نو مسلم فضلا کے ذریعہ تبلیغ اسلام کے کام کو ایک تحریک بنادیا اور اہم بات یہ ہے کہ ہمیشہ تہذیب اور کیریٹ حاصل کرنے سے گریز کیا، ملک بھر میں ان کی اس داعیانہ کوشش کا فیض پہنچا، وہ اتحاد ملت کے بہت مضبوط اور طاقت ور داعی تھے، وہ اپنی نجی مجلس اور عوامی محفل دونوں میں اتحاد ملت کے قییب تھے، وہ اس وقت آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے سینئر نائب صدر تھے اور بورڈ کی تمام تحریکوں میں پوری دلچسپی کے ساتھ شریک رہتے تھے، ان کی وفات یقیناً ملت اسلامیہ کے لئے بڑا حادثہ ہے، دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور بلند درجات سے نوازے۔ آمین

اسی طرح بورڈ کے جنرل سکرٹری حضرت مولانا محمد فضل الرحیم محمدی صاحب نے حضرت مولانا عمری صاحب کے انتقال پر رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مولانا عمری صاحب بڑی خوبیوں کے مالک تھے اللہ نے ان سے بڑا کام لیا وہ اتحاد ملت کے بڑے علمبردار تھے، بورڈ کی نشستوں میں دلچسپی کے ساتھ حاضر ہوتے اور اپنی رائے پیش کرنے میں پیش پیش رہتے، طویل عرصہ سے بورڈ کی نائب صدر تھے، خاموشی کے ساتھ کام کرنے کے عادی تھے، ملت کی اٹھان اور ترقی کیلئے ہر ممکن بے لوث کوشش کرتے رہے، ان کا خلا دیر تک محسوس کیا جائیگا، اللہ رب العزت ان کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند کرے نیز اس ملت کو ان کا بدل عطا فرمائے۔ آمین یارب العلمین

بنیہ: کتابوں کی دنیا

سلسلہ سہروردیہ، سلسلہ سہروردیہ مسلسل، سلسلہ شطاریہ، دیگر خانوادوں کے شطاری بزرگ، سلسلہ قلندریہ، سلسلہ ابوالعلائیہ منعمیہ، سلسلہ مداربہ وارثی، سلسلہ شہداء، مجذوبین، سالکین کا تعارف اس سلسلے کے اکابر و مشائخ پر تفصیلی مطالعہ شاداں فاروقی نے پیش کیا ہے۔

اس کے بعد حواشی میں جن مباحث و مراجع سے استفادہ کیا ہے اس کی تفصیل درج ہے، ایک قطعہ تاریخ بھی مولانا محمد عاصم قادری کا ہے، مباحث و مراجع پر جا کر یہ کتاب ختم ہوتی ہے۔ مباحث و مراجع میں پانچ مخطوطات، بیس مطبوعات اور چھ رسائل سے استفادہ کرنے کا پتہ چلتا ہے، ان کتابوں کا مطالعہ ان سے مواد اخذ کرنا اور پھر قادری کے سامنے جس طرح شاداں فاروقی نے پیش کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت نے انہیں قوت اخذ بھی دی تھی اور طاقت عطا بھی۔

کتاب کی طباعت پاکیزہ آفیسٹ پریس شاہ کج رنگ دہ روڈ پٹنہ سے ہوئی ہے، جس کا نام بھی پاکیزہ اور کام بھی پاکیزہ ہے، پاکیزگی تو اس کتاب کے ہر صفحے، الفاظ اور جملوں میں ہے، مطلب یہ ہے کہ کتاب اچھی چھپی ہے، پروف کی غلطیوں سے پاک اور دیدہ زیب، سرورق سادگی کا مرقع، دیکھیے اور سبحان اللہ، الحمد للہ، ماشاء اللہ اور جزاک اللہ کہتے جانیے، ملنے کا پتہ کبھی درج نہیں ہے، البتہ ناشر دار الاشاعت خانقاہ مجیدیہ پھولاری شریف ہے، وہیں سے مل سکتی ہے، قیمت چار سو روپے ادا کیجئے اور اپنے علی ذوق کی تسکین کا سامان فراہم کیجئے، خریداروں کو قیمت میں رعایت دینے کی روایت قدیم اور مستحکم ہے، ممکن ہے کم قیمت ادا کرنے پر بھی مل جائے۔

انسانی کام میں کی رہی جاتی ہے، اس کتاب میں جو کی قاری کو کھٹکتی ہے وہ بہت سارے بڑوں کے تذکرے میں تاریخ وفات کا ذکر نہیں ہوتا ہے، اسی طرح بعض نام اور احوال کے اندراج میں بھی چوک ہوئی ہے، چون کہ یہ موضوع طویل ہے اور اس کے لیے الگ سے ”غلطیوں کے مضامین“ یا ”استدراک“ کے عنوان سے تفصیلی گفتگو کی ضرورت ہے، نہ نقیب کا صفحہ اس کا تحمل ہے اور نہ ہی تبصرے میں اس کی گنجائش معلوم ہوتی، اس کا فوری حل تو یہ ہے کہ جن حضرات کی تاریخ وفات سے آپ واقف ہیں، ان کو اپنے مطالعہ والے نسخے پر درج کر لیں جسے حضرت شاہ عمام الدین باطن کی تاریخ وفات کنز التواریخ میں سعید حسرت عظیم آبادی نے ۱۲۷۳ھ درج کیا ہے اور لکھا ہے کہ ”ستون دین بر افتادہ“ سے تاریخ وفات نکلتی ہے، اسی طرح حاجی پور کے دودھیلا پور کا نام اتباس حاجی پور میں نام ترک پیر لکھا ہے، یہ حاجی پور کے سید دارہ مینا پور میں نظر آئی کہ مسجد کے پورب دس قدم پر سات فٹ اونچے چبوترے پر چہار دیواری کے اندر ہے، ان کے مزار کو دودھ سے دھویا جاتا تھا دھوا ایک خوش میں جمع ہوتا تھا جو قبر کے چیمچ میں آج بھی موجود ہے، معتقدین اسے عقیدت سے لیتے تھے، اسی نسبت سے انہیں دھودھیلا پیر کہا جاتا ہے، تفصیل کے لیے تذکرہ مسلم مشاہیر ویشالی کو دیکھا جاسکتا ہے۔ اس جیسی مثالیں اور بھی ہیں، لیکن اس جیسی فروگزاشت سے اس کتاب کی اہمیت اور قدر و قیمت کم نہیں ہوتی، بلکہ تحقیق کو آگے بڑھانے کے دروازے کھلتی ہے۔

مولانا محمد حسین صاحب مدنی کی والدہ کے انتقال پر حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم نے گہرے صدمے کا اظہار کیا

امیر شریعت بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب مدخلہ نے امارت شریعہ کے معاون ناظم جناب مولانا احمد حسین صاحب مدنی کی والدہ کے انتقال پر گہرے صدمے کا اظہار کیا ہے، انہوں نے اپنے تعزیتی بیان میں کہا کہ حیات و موت کا ایسا قدرتی نظام ہے جس سے کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا، جب موت کا وقت آ جاتا ہے تو پھر چاہے کتنی ہی قیمتی شخصیت کیوں نہ ہو، کوئی انہیں موت سے بچا نہیں سکتا؛ لیکن بعض شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں، جو اپنے پیچھے نقوش بااثر اور بے شمار یادیں چھوڑ جاتی ہیں، ان ہی میں سے ہر ایک کے والدین ہیں جن کی وفات پر ان کی غلاہ پوری زندگی محسوس کی جاتی ہے، حضرت نے مزید فرمایا کہ مولانا کی والدہ کے انتقال پر امارت شریعہ کی پوری ٹیم کو بے حد غم ہے، اور مجھے بھی ان کی جدا ہونے کا بڑا احساس ہے، آپ کی والدہ ایک نیک سیرت، خلیق و ملت سائیس، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علین میں جگہ عطا کرے اور دارالین کعبہ جلیل عطا فرمائے آمین۔

مولانا محمد حسین قاسمی کی والدہ غم آنکھوں کے ساتھ سپرد خاک

جنازہ میں وفد امارت شریعہ کے علاوہ کثیر تعداد میں علماء کی شرکت

امارت شریعہ کے معاون ناظم جناب مولانا محمد حسین قاسمی مدنی صاحب کی والدہ مورخہ 11 مئی کو اللہ کو پیاری ہو گئیں، ان کی جنازہ کی نماز 12 مئی کو بعد نماز ظہر مولانا کے آبائی گاؤں بردی پور میں ادا کی گئی اور بردی پور تقریباً ستان میں ہی تدفین عمل میں آئی، جنازہ میں عوام و خواص اور مقامی علماء کرام کے علاوہ امارت شریعہ کے ایک وفد نے بھی شرکت کی، مولانا مدنی کی والدہ کی وفات کی اطلاع جیسے ہی امارت شریعہ پہنچی امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی مدخلہ نے اس سانحہ پر اپنے گہرے صدمے کا اظہار کرتے ہوئے ہدایت فرمائی کہ مرکزی دفتر امارت شریعہ سے علماء کرام کا ایک وفد بردی پور پہنچ کر تعزیت مسنونہ پیش کرے اور جنازہ کی نماز و تدفین کے عمل میں شریک ہو، چنانچہ مورخہ 12 مئی کو قائم مقام ناظم امارت شریعہ کے مشورہ سے امارت شریعہ کا ایک وفد نائب ناظم امارت شریعہ جناب مولانا مفتی محمد سہراب ندوی قاسمی کی قیادت میں 1 بجے دن بردی پور درجہ پنچو پہنچا، وفد میں مفتی صاحب کے علاوہ معاون ناظم جناب مولانا قمر انیس قاسمی، مفتی شاہنواز عالم مظاہری، مولانا عبدالقدوس مظاہری اور جناب محفوظ عالم شریک تھے نیز دارالافتاء امارت شریعہ مہدولی درجہ پنچو کے قاضی شریعت مولانا ارشد علی قاسمی صاحب کی بھی جنازہ میں شرکت ہوئی، قائد وفد مفتی محمد سہراب ندوی صاحب نے سب سے پہلے وفد کے ساتھ مولانا احمد حسین قاسمی صاحب کے گھر پہنچ کر ذمہ داران امارت شریعہ کی طرف سے اہل خانہ کی تعزیت کی، اس کے بعد جنازہ کی نماز سے قبل امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی مدخلہ، قائم مقام ناظم مولانا محمد شمس القاسمی و دیگر ذمہ داران و کارکنان اور حضرات مبلغین کی طرف سے تعزیتی کلمات پیش کئے، انہوں نے اس موقع پر مختصر خطاب بھی فرمایا، انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ موت و حیات سب کچھ اللہ کی مرضی کے تابع ہے اور رب کے فیصلہ سے راضی ہو، ایمان کی پیمان اور یہی چیز مشکل گھڑی میں انسان کو ہمہ کی قوت عطا کرتی ہے اس لئے اس موقع پر بھی اسی موقع کے ساتھ ہر سے کام لینا ہی ایمانی تقاضہ ہے، انہوں نے مزید کہا کہ جو حضرات بھی مرحومہ سے تعلق رکھتے ہیں انہیں چاہئے کہ جنازہ کے بعد بھی اپنی دعاؤں اور نیک اعمال کرتے وقت انہیں یاد رکھیں، اخیر میں مفتی صاحب نے حدیث پاک کے حوالہ سے کہا کہ ہمیں اللہ کے نبی نے اس بات کی تلقین کی ہے کہ جانے والے ہر انسان کو اچھے کلمات سے یاد کیا جائے، خبردار کبھی انہیں نامناسب کلمات سے یاد نہ کیا جائے، مولانا احمد حسین صاحب کے بہنوئی قاری محمد علی قادری صاحب نے بھی مرحومہ کی زندگی کے قابل قدر خوبیوں کا تذکرہ کیا، مرحومہ بلاشبہ صوم و صلا کی پابند نیک خاتون تھیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں جو دوستانہ اور اولاد کی بہتر تربیت کا سلیقہ عطا فرمایا تھا، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی بال بال مغفرت فرمائے اور جنت نعیم میں بلند مقام سے نوازے، جنازہ کی نماز مرحومہ کے صاحبزادے جناب مولانا احمد حسین قاسمی مدنی معاون ناظم امارت شریعہ نے پڑھائی۔

مولانا کا کا سعید عمری فکری اعتدال کے علم بردار تھے: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

یہ خبر انتہائی افسوس کے ساتھ سنی گئی کہ مولانا کا کا سعید عمری فکری اعتدال کے بعد 11 مئی کو سہروردی حاتی بچے سفر آخرت پر روانہ ہو گئے وہ جامعہ دارالسلام عمر آباد کے ذمہ دار، روح رواں، معروف عالم دین، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے نائب صدر اور کئی اداروں اور تنظیموں کے سرپرست تھے، جامعہ دارالسلام عمر آباد کے بانی کا کا عمر نے مسلکی تشدد کے خلاف جو اعتدال و توازن کی راہ ہموار کی تھی، اس کو پروان چڑھانے میں آپ نے پوری زندگی وقف کردی ان کے ادارہ کے ترجمان کا نام بھی راہ اعتدال ہے، وہ انتہائی متواضع، منکسر المزاج تھے، اور صاحب الرائے تھے، اسلامک فنڈ اکیڈمی، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے سمیناروں اور اجلاس میں ان سے ملاقات ہو جاتی رہتی تھی، وہ حضرت مولانا قاضی محمد امجد الاسلام قاسمی کے مداح امارت شریعہ اور اس کی خدمات کے قدردان تھے، دونوں میں فکری آہنگی اس قدر تھی کہ انہوں نے اسلامک فنڈ اکیڈمی کا سمینار بھی اپنے یہاں کر لیا تھا، اس موقع سے شرکاء ان کی انتظامی صلاحیتوں کا بھی اعتراف کیا تھا، ان خیالات کا اظہار آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے رکن، نامور عالم دین و فقیہ المدارس الاسلامیہ کے ناظم، امارت شریعہ بہار اڈیشہ جھارکھنڈ کے نائب ناظم ریخت روزہ نقیب کے مدیر بارو میڈیا فورم کے صدر اور کاروان ادب کے نائب صدر مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نے اپنے اخباری تعزیتی بیان میں کیا ہے، مفتی صاحب نے فرمایا کہ مولانا کا کا سعید عمری کا انتقال بڑا علمی خسارہ ہے، اس دور میں جب لوگ فکری اغوط کے شکار ہیں مولانا کا فکری اعتدال، وسطیت کی راہ اور اس کو فروغ دینے کے لیے ان کی جدوجہد کو ماننا یاد رکھنے کا مفتی صاحب نے مولانا مرحومہ کے لیے دعا مغفرت، جامعہ دارالسلام عمر آباد اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے لیے نعم البدل اور پس ماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا فرمائی۔

انڈیا اتحاد کے لیڈران، پارٹیاں اور اس کے امیدوار.....

مظاہر حسین عماد قاسمی

سرگرم ممبر تھے، ابراہیم سلیمان سیٹھ صاحب مرحوم بڑے خوب رو، خوش پوشاک اور خوش بیان و خوش الحان تھے، ان کی تقریریں بڑی پر اثر اور روحانی ہوتی تھیں، ان کا مطالعہ کافی وسیع تھا، انہیں دیکھ کر مجھے اپنے نانا جان مجاہد اڑادی اور اول ممبر اسمبلی پوپری حلقہ ضلع سینٹا مڑھی بہار جناب ڈاکٹر حبیب الرحمن صاحب مرحوم (1900-1981) کی یاد آ جاتی تھی۔

11-2- دیولیشنری سوشلسٹ پارٹی: (ریولوشنری سوشلسٹ پارٹی) Revolutionary Socialist Party (RSP) (ہندوستان کی ایک کمیونسٹ پارٹی ہے، اس پارٹی کی بنیاد 19 مارچ 1940 کو مغربی بنگال کے تریوہر پورہ میں رکھی گئی تھی، اس کا اثر بنگال، تری پورہ اور کیرلا میں ہے، یہ چند سیٹوں والی ایک چھوٹی پارٹی ہے۔

دیولیشنری سوشلسٹ پارٹی کی سیاسی طاقت: کیرالہ میں ریولیشنری سوشلسٹ پارٹی (آر ایس پی) یونائیٹڈ ڈیموکریٹک فرنٹ (یو ڈی ایف) کا حصہ ہے اور این کے پریم چندرن لوک سبھا میں کولم لوک سبھا سے ایم پی ہیں، ریولیشنری سوشلسٹ پارٹی کی ایک شاخ آر ایس پی (ایل) کیرالہ میں لیفٹ ڈیموکریٹک فرنٹ (ایل ڈی ایف) کا حصہ ہے، اور اس کے لیڈر کورو کٹھون کیرالہ اسمبلی میں کٹھور سے ممبر اسمبلی ہیں، آر ایس پی مغربی بنگال اور تریپورہ میں بائیں محاذ کا حصہ ہے، فی الحال اس پارٹی کا پورے ہندوستان میں ایک بھی ممبر اسمبلی نہیں ہے، کیرالہ میں دو ہزار گیارہ تاسولہ اس کے دو ممبران اسمبلی تھے، دو ہزار سولہ اور دو ہزار اکیس میں اس کا کوئی امیدوار کامیاب نہیں ہوا، کیرل میں اس کے چار پانچ امیدوار ہی کامیاب ہوئے رہے ہیں۔

دو ہزار چوبیس میں دیولیشنری سوشلسٹ پارٹی کے امیدوار: دو ہزار چوبیس کے الیکشن میں کیرلا کے کولم سے ریولیشنری سوشلسٹ پارٹی کے بنگال سے تین امیدوار ہیں اور اس کے سٹیٹنگ ایم پی این کے پریم چندرن (پیدائش: 25 مئی 1960) کیرلا کے کولم لوک سبھا سے امیدوار ہیں، وہ اس حلقے سے انیس سو چھیانوے، انیس سو اٹھانوے، دو ہزار چودہ، اور دو ہزار انیس میں ریولیشنری سوشلسٹ پارٹی کے ٹکٹ پر کامیاب ہو چکے ہیں، این کے پریم چندرن دو ہزار چھ کے اسمبلی انتخابات میں ٹکٹ کولم کے چاروہ اسمبلی حلقے سے کامیاب ہوئے تھے، اور اٹھائیس مئی دو ہزار چھ سے سولہ مئی دو ہزار گیارہ تک کیرلا کے وزیر اعلیٰ و سائل تھے۔

این کے پریم چندرن کی سیاسی تاریخ: این کے پریم چندرن اس وقت آر ایس پی (انڈیا) کے مرکزی سیکرٹریٹ ممبر ہیں، انہوں نے اپنے سیاسی کیریئر کا آغاز آر ایس پی کی طلبہ تنظیم کے ذریعہ کیا تھا، اپنے سیاسی کیریئر کے دوران وہ ریاستی اور قومی سطح پر مختلف عہدوں پر فائز رہے، وہ 1987 اور 1995 کے درمیان ناٹیکولم گرام پنچایت کے رکن کے طور پر منتخب ہوئے تھے، وہ 1995 میں ضلع پنچایت کے رکن کے طور پر منتخب ہوئے تھے، وہ پہلی بار 1996 میں اور اس کے بعد 1998 اور 2014 میں کولم حلقے سے لوک سبھا کے لیے منتخب ہوئے تھے، وہ 2000 میں راجیہ سبھا کے لیے منتخب ہوئے تھے، وہ ایک اچھے مقرر و خطیب ہیں، 2019 کے لوک سبھا عام انتخابات میں، انہوں نے کولم لوک سبھا حلقے سے 1.5 لاکھ ووٹوں کے ریکارڈ مارجن سے کامیابی حاصل کی تھی۔

12-3- کیرالہ کانگریس: کیرالہ کانگریس کیرالہ کی ایک سیاسی جماعت ہے جس کی بنیاد اکتوبر 1964 میں کوٹایم، کیرالہ میں کے ایم جارج کی قیادت میں انڈین نیشنل کانگریس کے سابق رہنماؤں کے ایک بلاک نے رکھی تھی، پارٹی بنیادی طور پر سیاسی اکثریت والے وسطی کیرالہ کے اسمبلی حلقوں میں سرگرم ہے۔

کیرل کانگریس کی سیاسی طاقت: کیرل کانگریس کو انیس سو پینسٹھ میں کیرالہ اسمبلی میں پینسٹھ نشستیں ملی تھیں اور یہی اس کی معراج تھی اس کے بعد وہ تقسیم در تقسیم اور انضمام در انضمام کے کئی مراحل سے گزری، کئی انتخابات میں اسے ایک سیٹ بھی نہیں ملی۔

کیرالہ کانگریس کے لوک سبھا امیدوار: دو ہزار چوبیس کے لوک سبھا انتخابات میں کیرل کانگریس کے ایک ہی امیدوار فرانسس جارج ہیں، وہ کوٹایم سے امیدوار ہیں وہ کیرالہ کانگریس مانی کے ٹکٹ پر انیس سو ننانوے اور دو ہزار چار میں اڈی لوک سبھا حلقے سے بھی کامیاب ہوئے تھے، وہ کیرالہ کانگریس کے بانی کے ایم جارج کے بیٹے ہیں۔

کیرالہ کانگریس کی تقسیم اور انضمام: ”کیرالہ کانگریس“ 1964 میں انڈین نیشنل کانگریس سے الگ ہونے والے ایک دھڑے کے طور پر تشکیل دی گئی تھی اس کی قیادت کے ایم جارج اور آر بالکرشاپائی کر رہے تھے، اس پارٹی نے 1965 کے کیرالہ اسمبلی انتخابات میں 26 سینیں جیتیں، جارج اور پائی کو نیشنل ایگزیکٹو کے دوران گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا گیا تھا، کیرالہ کانگریس نے 1975 میں سی ای اچھوتا مین کی زیر قیادت کیرالہ کی وزارت میں شمولیت اختیار کی، آر بالکرشاپائی اور کے ایم مانی وزیر بنائے گئے تھے، کیرالہ کانگریس (B)، جس کی قیادت آر بالکرشاپائی کے پاس تھی انیس سو ستر میں اس کا اتحاد بائیں بازو کے ساتھ ہو گیا تھا، کیرلا کانگریس کے کے ایم مانی نے کانگریس اتحاد کے ساتھ، کے کرونا کرنا اور اس کے انٹونی کی قیادت والی وزارتوں میں وزیر داخلہ کے طور پر خدمات انجام دیں، درمیان میں پی جے جوزف نے ان کی جگہ لی، کیرالہ کانگریس (مانی) کی تشکیل 1979 میں کیرالہ کانگریس سے نکل کر ہوئی۔ (بقیہ: صفحہ ۱۳ پر)

سترہویں لوک سبھا دو ہزار اکیس: 35- پی کے کنبائی گئی ملپورم سے منتخب ہوئے اور دو ہزار اکیس میں منعقد ریاست کیرل کے اسمبلی انتخاب سے قبل ریاست پر زیادہ توجہ دینے کی غرض سے لوک سبھا کی رکنیت سے انہوں نے استعفیٰ دے دیا اور اس کے بعد ہوئے ضمنی انتخاب میں ایم پی عبدالصمد صمائی ملپورم سے منتخب ہوئے تھے اور دو ہزار چوبیس میں عبدالصمد صمائی صاحب پونانی سے امیدوار ہیں، 36- ای ٹی محمد بشیر پونانی سے تیسری بار منتخب ہوئے تھے اور دو ہزار چوبیس میں ای ٹی محمد بشیر صاحب ملپورم سے امیدوار ہیں 37- کئی نواز (Kani Nawas) رامناتھ پورم کل ناڈو سے منتخب ہوئے تھے، اور دو ہزار چوبیس میں بھی رامناتھ پورم سے کئی نواز ہی امیدوار ہیں۔

راجیہ سبھا کے لیے منتخب ہونے والے مسلم لیگی ارکان: مدراس/تمل ناڈو سے منتخب ہونے والے مسلم لیگی ارکان راجیہ سبھا، انیس سو سوڑھ میں ریاست مدراس کا نام بدل کر تمل ناڈو کر دیا گیا تھا، 1- ایم محمد اسماعیل (58-1952) بطور آزاد امیدوار مدراس اسمبلی سے منتخب ہوئے تھے، 2- اے کے اے عبدالصمد (64-1964) دو ٹرم، 3- ایس اے خواجہ محی الدین (1968-80) کل بارہ سال، دو ٹرم، 4- اے کے رفیع (78-1972) چھ سال ایک ٹرم۔

کیرل سے منتخب ہونے والے مسلم لیگی ارکان راجیہ سبھا: 1- ابراہیم سلیمان سیٹھ (66-1960)، 2- عبداللہ کویا (73-1967، 98-1974) پانچ ٹرم، یعنی کل تیس سال تک عبداللہ کویا صاحب رکن راجیہ سبھا رہے، رکن راجیہ سبھا کے ایک ٹرم کی مدت چھ سال ہوتی ہے، 3- حامد علی شہاد (70-1970) کل نو سال، یعنی ڈیڑھ ٹرم، 4- عبدالصمد صمائی (1994-2006) دو ٹرم یعنی کل بارہ سال، 5- کورٹیل احمد (1998-03) ایک ٹرم سے کچھ کم، 6- پی وی عبدالوہاب (10-2004، 21-2015) کل دو ٹرم۔

انڈین یونین مسلم لیگ کے بانی ایم محمد اسماعیل صاحب کا مختصر تعارف: ایم محمد اسماعیل صاحب (5 جون 1896-5 اپریل 1972) جنوبی ہندوستان کی ریاست تمل ناڈو سے تعلق رکھنے والے ایک ہندوستانی سیاست دان اور سماجی کارکن تھے، وہ برٹش انڈیا کی تقسیم کے بعد انڈین یونین مسلم لیگ پارٹی کے بانی تھے، وہ تمل ناڈو اور کیرالہ میں "قائد ملت" ("قوم کے رہنما") کے نام سے مشہور تھے، محمد اسماعیل صاحب انیس سو چھیالیس سے انیس سو پانچ (1946-52) تک مدراس قانون ساز اسمبلی کے رکن اور اپوزیشن لیڈر تھے، وہ انیس سو اٹھائیس سے انیس سو پچاس (1948-50) تک دستور ساز اسمبلی کے رکن بھی تھے، جو ہندوستان کے آئین کا مسودہ تیار کرنے والی تنظیم تھی، دستور ساز اسمبلی میں ان کی اور مسلم لیگ کے ہی کیرلا سے تعلق رکھنے والے بی پورک صاحب کی تحریک موجودگی نے تمل ناڈو اور کیرل کے مسلمانوں کو بہت سارے حقوق دلوائے، انیس سو چھیالیس کی اسمبلی انتخابات میں پورے ہندوستان کے مسلمانوں نے مسلم لیگ کے امیدواروں کو کامیاب کیا اور شاہی ہند کے نانوے فیصد مسلم لیگی رہنماؤں نے ہندوستانی مسلمانوں کو بے یار و مددگار چھوڑ کر پاکستان جانا پسند کیا، اگر یہ رہنما ہندوستان میں رہتے تو وہ دستور ساز اسمبلی میں اپنی شرکت سے دستور کو مسلمانوں کے حق میں مزید مفید بنا سکتے تھے، محمد اسماعیل صاحب اور تمل ناڈو اور کیرل کے تمام مسلم لیگی رہنماؤں نے ہندوستان میں ہی رہنا پسند کیا اور پرانی مسلم لیگ سے بالکلے تعلق توڑ کر دس مارچ انیس سو اٹھائیس کو انڈین یونین مسلم لیگ کی بنیاد ڈالی، محمد اسماعیل صاحب مدراس اسمبلی سے انیس سو پانچ میں ممبر راجیہ سبھا منتخب ہوئے اور اپنی چھ سالہ میعاد مکمل کی، وہ انیس سو پانچ تا انیس اٹھاون (58-1952) راجیہ سبھا (ایوان بالا) کے رکن تھے، یکم نومبر انیس سو پچھن کوریاست کیرالہ کی تشکیل تک موجودہ کیرل کا نصف شمالی حصہ (جنے ملبار بھی کہا جاتا ہے) مدراس ریاست میں تھا، مسلم لیگ کا زیادہ اثر ملبار میں ہی تھا اور اب بھی ہے، یہاں کے ایک ضلع ملپورم میں سوا ستر فیصد مسلمان ہیں، محمد اسماعیل صاحب مرحوم انیس سو پانچ سے پانچ اپریل انیس سو پچھن کو اپنی وفات تک کیرلا سے لوک سبھا کے ممبر تھے، وہ انیس سو پانچ، سوڑھ اور اکہتر میں ملپورم ضلع کے منجیری حلقے سے انڈین یونین مسلم لیگ کے ٹکٹ پر منتخب ہوئے، پانچ اپریل انیس سو پچھن کو پچھتر سال کی عمر میں انتقال کر گئے، شرعی داڑھی رکھتے تھے اور علماء کا لباس پہنتے تھے، جناب ابراہیم سلیمان سیٹھ ان کے سیاسی شاگردوں میں سے تھے، کیرل اور تمل ناڈو میں مسلم لیگ کو زندہ رکھنے میں ان دونوں رہنماؤں کی بہت ساری قربانیاں ہیں۔

محبوب ملت جناب ابراہیم سلیمان سیٹھ مرحوم (تین نومبر 1922-27 اپریل 2005): پانچ اپریل انیس سو پچھن کو محمد اسماعیل صاحب کی وفات کے بعد قومی سطح پر مسلم لیگ کی نمائندگی جناب ابراہیم سلیمان سیٹھ مرحوم (تین نومبر 1922-27 اپریل 2005) نے ہی کی، وہ انیس سو پچھتر سے انیس سو چورانوے تک انڈین یونین مسلم لیگ کے آل انڈیا صدر بھی تھے وہ اسماعیل صاحب اور باقی نیشنل صاحب کے بعد مسلم لیگ کے آل انڈیا تیسرے صدر تھے، وہ انیس سو ساٹھ سے چھیانوے تک کیرلا سے مسلم لیگ کے رکن راجیہ سبھا تھے، کیرلا سے منتخب ہونے والے وہ پہلے مسلم لیگی رکن راجیہ سبھا تھے، انیس سو سوڑھ سے انیس سو چھیانوے تک وہ کیرل سے رکن لوک سبھا تھے، وہ سوڑھ اور اکہتر میں کالی کٹ سے، ستمبر، اسی، چوراسی اور نو اسی میں کالی کٹ سے اور اکیانوے میں پونانی سے منتخب ہوئے تھے، ابراہیم سلیمان سیٹھ صاحب مرحوم مسلم پرسنل لا بورڈ کے بھی

ہندوستانی الیکشن اور ہماری ذمہ داریاں: آج اور کل

حضرت مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری، زبیر سجادہ خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف، پٹنہ

ملتا ہے، کہ انہوں نے محل و قال مدرسہ کے ساتھ عملی طور پر سیاسی تشریع کے باب میں بھی کس قدر گراں ا مایہ خدمات سر انجام دی ہیں اور اسلام کی نمائندگی ہر شعبہ حیات میں فرمائی ہیں، جنگ آزادی اس کی مثالوں سے ملوے، خود صوبہ بہار میں خانقاہ مجیبیہ کے اکابرین کے زیر سایہ امارت شرعیہ نے ایک خاموش، مگر ناقابل فراموش خدمات اس سلسلہ میں سر انجام دی ہیں، زینت شاہ مجیبی حضرت امیر شریعت ثانی مولانا سید شاہ محمدی الدین قادری قدس سرہ کی شخصیت اس کی ایک عمدہ مثال ہے، جن کی سرپرستی میں امارت شرعیہ نے دینی شخصیتوں کو دینی رواداری کے ساتھ سیاسی سربراہی کے لئے تیار کیا، تاکہ مسلمان اس ملک میں اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جماعت کے درجین منت نہ رہیں، افسوس! کہ بعد کے زمانے میں اس جماعت کو مضبوط افراد بدل سکے اور یہ سلسلہ ختم ہو گیا، جس کے نتیجے میں اب تک صوبہ بہار ایک مضبوط مسلم سیاسی قیادت سے محروم ہے۔

سطور ذیل میں حضرت امیر شریعت ثانی قدس سرہ کے اس فرمان کو نقل کرتا ہوں، جو انہوں نے بحیثیت امیر شریعت، بہار کے ایک الیکشن کے تعلق سے ۲۶/۲۷ بقیعہ ۱۳۶۹ھ کو فرمایا تھا، آپ اس فرمان کو مکمل پڑھ جائے، آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اسلام سیاسی قیادت کے لئے کن اخلاقی باتوں کی تعلیم دیتا ہے، مسلم لیڈروں کو کن باتوں کا متحمل ہونا ضروری ہے اور ایک ووٹ والے والے عادی شخص کو کن باتوں کا خیال رکھنا لازمی ہے، ایک انتخاب سے دوسرے انتخاب میں مسلمانوں کو کن چیزوں کی بنیاد پر ووٹ دینا چاہئے، یہ ضروری باتیں اس مختصر فرمان میں آپ کو مل جائیں گی، اس فرمان کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ماضی کی ان شخصیات کے افکار و خیالات کو سامنے رکھ کر ہمیں درپیش مسائل کا حل تلاش کرنا چاہئے اور موجودہ وقت میں انتخابی امور سے متعلق اپنی حکمت عملی تیار کرنی چاہئے؛ تاکہ مفید نتائج ہمارے سامنے آئیں اور آنے والے وقتوں میں ہم بہتر طور پر اس ملک میں زندگی بسر کر سکیں، ملاحظہ کریں اس امر سے متعلق ایک خاموش مجاہد آزادی کے ناسمجھانہ کلمات:

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: المسلم احو المسلم لا یظلمہ ولا یخذلہ ولا یحقرہ (مسلم) اس لئے ایسے موقع میں کہ صوبہ بہار اور اسی میں انتخاب کا ہنگامہ پیش آئے والا ہے، اس طوفان میں ہر مسلمان کو چاہئے کہ عقل و ہوش اور جذبات کو قابو میں رکھے اور اس کا خیال رکھے کہ: (۱) ہر گز گریز نہ کرے، نہ جمہوریت کے (۲) نہ کی کوگی دے اور نہ فحش کے (۳) نہ کسی پر حملہ کرے نہ کسی کی جان و مال کو نقصان پہنچائے (۴) نہ کسی جماعت اور طبقہ کے متعلق نفرت اور اشتعال انگیز تقریر کرے یا تحریر لکھے (۵) نہ کسی پر جھوٹا الزام لگائے، نہ جھوٹ بولے (۶) انشائیں اور ذاتیات پر ہرگز بحث نہ کرے (۷) بحث اور گفتگو مسلک اور پارٹی پر کرے (۸) ہر قدم پر خدا کے خوف اور آخرت کی باز پرس کا دھیان رکھے (۹) یہ جانے کے بعد کہ کونسل میں اور اسمبلی میں اب مذہب پر بھی قانون بنائے جاتے ہیں، ہر مسلمان کو یہ سمجھ کر دوت دینا چاہئے کہ جس پارٹی کے نمائندہ کو دوت دے رہا ہے، اس کی کدشتی جاس متفقہ میں مسائل دینیہ کے متعلق کیا روش رہی؟ اگر اسے دوت کا استعمال ایسی پارٹی کے نمائندہ کے لئے کر گیا جس سے دین کو نقصان پہنچا ہو، اور دین کی تخریب اور بربادی ہو تو وہ نمائندہ کو گتہا گتہا ہو گا، اس کو دوت دینے والے بھی خدا کا خوف ہو گا (۱۰) امیر ہمدان دار کے کارندوں کو اپنے کو موافقہ خداوند سے بھاننے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ذیل کی دو جملہ دوت کو ہر وقت پیش نظر رکھیں۔

من خصاص فی باطل و هو یعلم لم یزل فی سخط اللہ حتی یزنع و من قال فی مومن مالیس فیہ أسکنہ اللہ فی ردة الخیال (ابوداؤد) ترجمہ: جو شخص جان بوجھ کر باطل امر کی نسبت جھگڑا کر لگا دے وہ ہمیشہ اللہ کی خلقی اور غصہ میں رہے گا؛ لیکن تاکہ وہ جھگڑے سے الگ ہو جائے اور جو شخص کسی مومن کے متعلق ایسی بات کہے گا، جو اس میں نہیں ہے، تو اللہ تعالیٰ جہنمیوں کے خون اور پیپ میں اس کو جگہ دے گا۔

ایضا رجل اشاع علی رجل مسلم بکلمة و هو منہا بوی، سبہ بھائی الدنیا، کان حقاعی اللہ ان یذیبہ یوم القیامۃ فی النار، الخ (طبرانی) ترجمہ: جو آدمی کسی مسلمان کے متعلق ایسی بات کی اشاعت کر لگا، جس سے وہ بری ہے، تو اس نے اس کو دنیا میں بدنام کیا، اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو قیامت کے دن دوزخ کی آگ میں گھٹا دے گا۔ الخ (تقیب امارت شرعیہ، ج: ۳، شمارہ نمبر: ۲۳، ص: ۳۳)

بھاننے ان کے خلاف مسلسل نفرت کی سیاست کی جارہی ہے اور ملک کا ماحول خراب کیا جا رہا ہے۔ کوئی نہیں سوچتا ہے کہ نفرت کی سیاست کا سانچہ میں کیا پیغام جا رہا ہے؟ اور سیاست و سماج میں کسی گندگی پھیل رہی ہے؟ شاید ہی کوئی دن ایسا گزرتا ہو، جب مسلمانوں کے خلاف نفرت کی سیاست نہ ہوتی ہو۔ یہی کچل کھلی اور کبھی پس پردہ نفرت کی سیاست کے نام پر لوگوں کو اکسا کر دوت مانگا جا رہا ہے۔ لیڈروں کی تقریریں ایسی ہوتی ہیں، جیسے ان کے پاس یا تو انتخابی الیٹو کا فقدان ہے، یا ان کو عوام کے مسائل میں دلچسپی کم ہے۔ دوسری طرف یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ لوگوں کو انتخابی تقریروں سے مایوسی ہو رہی ہے، جس کی وجہ سے کم پوائنٹ ہو رہی ہے۔ لوگ سبجا انتخابات کے پہلے اور پھر اور چوتھے مرحلوں میں کم پوائنٹ کا رجحان دیکھنے کو ملا، جس کی وجہ سے کچھ پارٹیوں کے اندازے بگڑ گئے اور ان کی پریشانی بڑھ گئی۔ اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے، یہ تو نہیں بتایا جا سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ سیاسی لیڈروں کی بے نیازی کی وجہ سے لوگوں کا یہ رد عمل ہو۔ جب ان مراحل میں کارکنی اور نفرت کی سیاست کا یہ حال ہے، تو آگے کیا حال ہوگا؟ جیسے جیسے انتخابی مراحل آگے بڑھ رہے ہیں، لیڈروں کے انداز اور تیوریجی سخت ہو رہے ہیں اور پہلے سے زیادہ جارحانہ انتخابی مہم ہوئی جا رہی ہے۔ انتخابی مہم بھٹلی جارحانہ ہے، لیکن دو ٹوٹ بھٹ بھٹاؤں سے ہو رہی ہے۔

ماضی کے انتخابات میں بھی خواہ اسمبلی کے ہوں یا لوگ سبجا کے منتخبی انتخابی مہم چلائی جاتی رہی ہے، ذاتی حملے ہوتے تھے اور جذباتی الیٹو اٹھائے جاتے تھے، لیکن ان کے ساتھ ساتھ لوگوں کے عام الیٹو پر بھی باتیں ہوئیں اور وعدے کئے جاتے تھے۔ اب تو ایسا لگ رہا ہے کہ الیٹو اور لوگوں کے مسائل کا نفدی ہو کر رہ گئے ہیں، جو انتخابی منشور میں بند ہیں، جس کے اجرا کی رسم ادارہ کے سیاسی پارٹیاں خود ہی انتخابات کے دوران منشور کو اہمیت نہیں دے رہی ہیں تو انتخابات کے بعد کیا اہمیت دیں گی؟ اس وقت حالات یہ ہیں کہ انتخاب منشور کی بنیاد پر نہیں کچھ اور اتنا سے دوت مانگا جا رہا ہے، جو تشویش ناک بات ہے۔ (اداری، صفحہ ۱، روزنامہ راشٹر پھار پٹنہ)

ملک میں اس وقت عام انتخابات ۲۰۲۴ء کا سلسلہ جاری ہے، ملک کے کچھ حصوں میں انتخابی مرحلہ سر انجام پا چکا ہے اور کچھ حصوں میں ابھی انتخابی عمل ہوئے باقی ہیں، اس وقت ہماری سب سے اہم ذمہ داری، جو ایک فریضہ کی حیثیت سے ہم پر عائد ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ اس ملک کی سیاست اور یہاں کے باشندوں کے حقوق کی پاس داری کے لئے اپنے دوت کا ہم صحیح استعمال کریں، اس پر ہمارے مستقبل کا اس ملک میں دار و مدار ہے، سیاسی جماعتیں ہمارے آنے والے دوتوں کا فیصلہ نہیں کرتی ہیں؛ بلکہ ہمارے آنے والے دوتوں کے مسائل کا حل ہمیں خود تلاش کرنا ہے، ہم اپنے حقوق کی پاس داری کے لئے جس قدر بیدار و بیدار رہیں گے، ہمارا کل اس ملک میں اسی قدر خوش گوار ثابت ہوگا، ہماری ذرا سی غفلت ہمارے آنے والے وقت اور ہماری نسل کو کھیلنے مختلف قسم کی پریشانیوں کی وجہ بن سکتی ہے؛ اس لئے پوری منصوبہ بندی کے ساتھ ہمیں اپنے قیمتی دوت کو صحیح طور پر استعمال کی ضرورت ہے، جہاں اس ملک کے مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والی ہندوستانی عوام، اپنے حقوق اور مذہبی آزادی کے پیش نظر سیاسی لائحہ عمل تیار کرنے میں لگی ہوئی ہے، بحیثیت ہندوستانی مسلمان ہمارا بھی یہ فرض ہے کہ سیاسی منصوبہ بندی میں وقت کی ضرورتوں کے مطابق خود کو ڈھالنے کی کوشش کریں، ہمیں لائحہ عمل تیار کرنے کے لئے کسی نمونے کی ضرورت نہیں ہے، ہمارے لئے حق تعالیٰ کی جانب سے حضرت رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کا مکمل نمونہ حیات موجود ہے، جو صرف ہمارے لئے ہی نہیں؛ بلکہ ہر اس قوم کے لئے ایک عمدہ نمونہ ہے، جو طبیعتی انصاف پسند اور فوجی ہو، اس عظیم نعمت کے باوجود اگر ہم اس جمہوری ملک میں اپنے حقوق کے تحفظ اور اس کی یافت میں نا کام ہیں؛ تو پھر کہیں نہ کہیں ہم بے شعوری طور پر اپنی اجتماعی زندگی میں آقا سے رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ حیات سے دور ہو رہے ہیں، جیسی تو ہمیں اس ملک میں تنگ دامن کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، مسلمان اس ملک کی کتاب کے حاشیے سے بھی باہر کھٹے جا رہے ہیں، اس مصیبت کی دوسری اور کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ کہ جس ملک کی آزادی میں مسلمانوں نے وطن کی فکر رکھنے والے برادران وطن کے ساتھ جان کی بازی لگائی، آج ہی ملک میں مسلمانوں کو قتلوں میں منائے جانے کی پرواز کوششیں کی جارہی ہیں، اس کی واحد وجہ اجتماعی زندگی میں ہماری بے اعتنائی اور اسوہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی ہی ہے؛ کیوں کہ جو مسلمان اجتماعی زندگی کے مسائل میں دل چسپی نہ لے، اس کی زندگی یقیناً شعرا را سلامی کے خلاف ہے، یہی وجہ ہے کہ اس ملک میں مسلمانوں کے لئے حالات ناخوش ہیں، ہماری حالت کی بہتری اس امر میں مضمر ہے کہ ہم میں ہر فرد، خواہ سربراہی شخصیت کا حامل ہو یا عادی مسلمان ہو وہ اپنی بہتری کے لئے اجتماعی طور پر جو فرائض ہم پر عائد ہیں ان کی ادائیگی میں ذرہ برابر بھی کوتاہی نہ کرے، کیوں کہ اس جمہوری ملک میں بھی رہنے کیلئے اسلام نے ہمیں ضابطہ حیات عطا کیا ہے، ان کی پاسداری کا اولین ذریعہ یہ ہے کہ ہم سیاسی طور پر ایسے لوگوں کے لئے اپنے دوت کا استعمال کریں جو باخوف ہندوستانی عوام کے حقوق اور عوامی انصاف کے طور پر قابل ہوں، یہ بات ناگہم نہیں رکھنی چاہئے کہ سیاسی جماعتوں کا وجود عوام سے قائم ہے، ان کی اقتداری حیثیت ہمارے انتخاب پر منحصر ہے اس لئے ہمیں اولان کی کارکردگی پر نظر رکھنی چاہئے، جو پارٹیاں عوامی ضرورتوں اور ان کی کہلوٹوں کا خیال نہ رکھتی ہوں؛ بلکہ عوامی استحصال کی عادی ہوں، ایسی پارٹیاں کی حمایت کرنا بھی ایک قسم کی غلامی ہے، آزادی کے بعد سیاسی سربراہی قسم کی بے شعوری ہماری آزادی پر سوا لیشن لگاتی ہے، بہتر سیاسی متبادل کے لئے کسی دوسرے سے توقع رکھنا بھی ہمارے لئے ایک بظلم اور بالکل بے فائدہ کام ہے، بہتر سیاسی متبادل کی تلاش سے لے کر، بہتر متبادل تراشہ تنک کی ذمہ داری ہماری اپنی ہے، اگرچہ یہ امر مسلم ہے کہ ہندوستان میں مذہب کی بنیاد پر انتخابی امیدوار طے نہیں کئے جاسکتے ہیں؛ البتہ قانونی مختلف مذاہب کے ماسنے والوں کو اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارنے کا مکمل حق دیتا ہے؛ اس لئے قومی تحفظ اور عوامی انصاف کے ساتھ مذہبی آزادی کی حفاظت کے لئے اپنے پسندیدہ امیدواروں کو کامیاب بنانے کا ہمیں حق حاصل ہے، اسلامی نقطہ نظر سے بھی یہ ایک مسلم امر ہے؛ کیوں کہ اسلام کی نمائندگی صرف منبر و محراب و دینی وظای اور اداروں اور درباروں میں تک محدود نہیں ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ، تمام شعبہ حیات کے لئے ایک مکمل نمونہ ہے، اس لئے اسلام کی نمائندگی صرف قومی طور پر نہیں کی جاتی؛ بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام کی نمائندگی اسلامی مین خدمت ہے، ہمیں اس کا نمونہ ماضی قریب کے علما اسلام کی زندگی میں

لوگ سبجا انتخابات کے 4 مرحلے ہو چکے، اس بار انتخابی مہم جتنی زور شور سے چل رہی ہے، اتنی ہی جارحانہ بھی نظر آ رہی ہے۔ ہر پارٹی کے سینئر اور بڑے لیڈران ایک ایک دن میں 3-4 خبروں میں انتخابی ریلیاں اور جلسے کر رہے ہیں۔ کب کو لیڈر کس کے بارے میں کیا بول دے، کس طرح کے الفاظ استعمال کر دے، کوئی نہیں جانتا۔ نہ کسی کو اپنے عہدہ اور عمر کا خیال ہے اور نہ دوسرے کی عزت و وقار کا لحاظ؛ ایک دوسرے کے لئے ناشائستہ اور غیر مذہب الفاظ استعمال کئے جا رہے ہیں، جو عام حالات میں کوئی نہیں کر سکتا، بلکہ سوچ بھی نہیں سکتا۔ سیاست کا معیار اس قدر گر گیا ہے کہ لوگ شراب پی رہے ہیں، لیکن سیاسی لیڈروں کو شرم نہیں آ رہی ہے۔ اپنی عزت اپنے ہاتھ میں ہوتی ہے، جب خود دوسروں کی عزت نہیں کریں گے، تو دوسرے سے عزت کی امید کیسے کی جاسکتی ہے؟ ذاتیات پر حملے اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ اس کے بغیر لیڈران اپنی تقریروں کو ادھوری سمجھ رہے ہیں۔ کبھی تو لگتا ہے، جیسے لیڈروں نے بدزبانی اور ایک دوسرے کو نیچا دھانے کی کوشش کو ہی دوتوں کو خوش کرنے کا سب سے بڑا حربہ سمجھ لیا ہے۔ ان کی دلچسپی رائے دہندگان کے مسائل حل کرنے اور ان سے وعدے کرنے میں کم اور مخالفت لیڈروں پر حملے میں زیادہ ہے۔ اگر انتخابی منشور کو بنایا جائے تو پوری انتخابی مہم منتفی نظر آئے گی عوام کے لئے اس میں کچھ نہیں ملے گا۔ جب لیڈروں کا انتخابات میں یہ حال ہے تو الیکشن جیتنے کے بعد ان کے کامیابی کی جاسکتی ہے؟ لوگوں کے سامنے ایک بڑا مسئلہ یہ ہے کہ وہ انتخابی تقریروں کی بنیاد پر دوت دیں یا انتخابی منشور کی بنیاد پر؟ کیونکہ دوتوں کے درمیان دور درتک تال میل یا یکسانیت نظر نہیں آ رہی ہے۔ سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ اخلاق اور معیار سے گری ہوئی اس انتخابی مہم پر الیکشن کمیشن بھی خاموش ہے اور لوگ بھی۔

افسوسناک پہلو یہ ہے کہ الیکشن کمیشن کی ہدایات کے باوجود انتخابات کے دوران جتنی سیاست مذہب کے نام پر ہو رہی ہے، اس سے کم نفرت کی سیاست نہیں ہو رہی ہے۔ مسلمانوں کو انتخابی مہم کے دوران بلا وجہ گھیننا جا رہا ہے۔ ان کو بدنام کیا جا رہا ہے۔ نہ تو مسلمان بگڑائے دہندگان کی طرح کچھ بول رہے ہیں اور نہ وہ کھل کر سامنے آ رہے ہیں، پھر کچھ کسی نہ کسی

جریدہ ”نقیب“ کی تاریخ پر ایک نظر

مولانا طلحہ نعمت ندوی

کی سوانح حیات حسن حیات میں ذکر کی ہے، وہ لکھتے ہیں، ”امارت شریعہ کی طرف سے ایک پندرہ روزہ اخبار امارت کے نام سے مولانا عثمان غنی کی ادارت میں نکلتا تھا، جس میں امارت شریعہ کے کارکنوں کی اطلاع ہوتی تھی اور مسائل حاضریہ پر امارت شریعہ کی رائے بتائی جاتی تھی، حکومت برطانیہ نے جب اس اخبار سے خدشات طلب کر لی تو پھر بجائے امارت کے پندرہ روزہ نقیب شائع ہوا اور پھر امیر شریعت رابع کے دور میں اس کا ہفتہ وار ایڈیشن بھی شائع ہونے لگا، قاضی صاحب (قاضی احمد حسین) نے اپنی نظامت میں جریدہ امارت کے لیے شاہ عیسیٰ صاحب کو بلا یا؛ لیکن وہ زیادہ دن نہ رہ سکے، مولانا عثمان غنی کے بار بار طلب کرنے پر جب وہ نہیں آئے تو مولانا عثمان غنی صاحب کی ادارت میں اخبار نکلتا رہا، جب جریدہ نقیب کا دور آیا تو مولانا طیب عثمانی سلمہ بلائے گئے، لیکن وہ بھی نہیں ٹھہر سکے، اس کے بعد مجھ کو بلا یا گیا، امیر شریعت ثالث مولانا شاہ قمر الدین، نائب امیر شریعت مولانا عبدالصمد رحمانی اور قاضی شریعت مولانا نور الحسن مجھ سے متعدد بار کہہ چکے تھے؛ لیکن میرے حالات نے اس وقت مجھ کو اجازت نہیں دی، میرا حال جب میرے حالات ایسے ہوئے کہ میں امارت آسکوں تو قاضی احمد حسین صاحب کی طلب پر امارت میں آ گیا۔۔۔۔۔۔ میں جب دفتر امارت شریعہ میں آ گیا تو قاضی صاحب نے مجھ کو معین ناظم اور مدبر نقیب کے عہدہ پر مامور کیا، راقم الحروف کی ادارت میں جو شاعرے لکھتے وہ امیر شریعت اور قاضی صاحب کو پسند آئے“ (حسن حیات دہلی، ص 184)

اس کے بعد صادق پور کے معروف اہل قلم مولانا اصغر امام فلسفی عظیم آبادی اس کے مدبر ہوئے، اور 28 اکتوبر 1967 تک اس کی ادارت کی ذمہ داری انجام دی، پھر مشہور صاحب قلم جناب شاہد رام گمری اس کے مدبر ہوئے انہوں نے تیس سال سے زائد اس کی خدمت کی اور اس کا معیار بلند کیا، 30 نومبر 1991 کو ان کی وفات پر ہی ان کی ادارت کا سلسلہ منقطع ہوا، اس کے بعد ایک دہڑے سال جناب محمود عالم صاحب نے اس کی ادارت کی ذمہ داری انجام دی، پھر 12 دسمبر 1992 سے مشہور رحمانی جناب سید عبدالرافع باضابطہ اس کے مدبر ہوئے اور اپنی وفات 2015 تک یہ ذمہ داری انجام دیتے رہے، سید عبدالرافع کی وفات کے بعد معروف عالم مولانا مفتی محمد ثناء الہدی قاضی کو اس کی ادارت تفویض کی گئی جو تاحال یہ فرائض انجام دے رہے ہیں، ان کے ساتھ مولانا نارضوان احمد ندوی بھی ایک طویل عرصہ سے اس اخبار کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

1920 سے لے کر اس وقت جبکہ 2024 ہے اس اخبار کو ایک سو چار سال مکمل ہو چکے ہیں، اس دور میں کیا کبھی اس کی اشاعت کا سلسلہ منقطع ہوا، یہ کہنا مشکل ہے، شاید کسی وجہ سے ایک دو شمارے 1936 یا 1935 میں ناکارہ ہوئے؛ لیکن ایک پندرہ روزہ اور بعد کو ہفتہ وار اخبار کا اتنے طویل عرصہ تک تسلسل کچھ کم تعجب اور تاریخی اہمیت کا حامل نہیں، اس طویل عرصہ میں اس کا جو مواد محفوظ ہوا ہے وہ ایک صدی کی پوری تاریخ ہے، بالخصوص صوبہ بہار اور بالعموم پورے ملک کی تاریخ کا بڑا اہم حصہ ہے، اور اس کی اس خصوصیت میں شاید ہی کوئی دوسرا اخبار اس کا شریک و سہم ہو، ایسی صورت میں اس کے تمام شمارے اگر نیت پرانہ لوڈ کر دئے جائیں تو بہت اہم مواد محفوظ ہو جائے گا اور بہت بڑی علمی خدمت ہوگی؛ لیکن اس کے تمام شمارے خود نقیب کے دفتر میں بھی محفوظ نہیں، بالخصوص 1940 سے 1945 تک کے شمارے اور خاص طور پر حضرت مولانا سجاد علیہ الرحمہ کی وفات پر نکلنے والا شمارہ غائب ہے، اور اب تک بہار میں یا کسی دوسری جگہ اس کا سراغ نہیں لگ سکا ہے۔

ضرورت ہے کہ خود امارت شریعہ اس کی طرف توجہ کرے، نقیب میں اعلانات و اشتہارات کے ذریعہ غائب شماروں کے عکس حاصل کرنے کی کوشش کرے اور پھر سب کو پورے اہتمام سے آج کے مذاق کے مطابق انٹرنیٹ پر اپ لوڈ کروادے، اس طرح خود اس ادارہ کی اہم تاریخ محفوظ ہو جائے گی۔

امارت شریعہ کے قیام کے بعد اس کے علی ترجمان کی ضرورت پڑی تو امارت ہی کے نام سے ایک ہفتہ وار اخبار نکالا گیا، اس کے مدبر مولانا سید عثمان غنی دیوبند تھے، اس کا سب سے پہلا پندرہ روزہ شمارہ امارت کے نام سے امارت شریعہ کے قیام کے ساتھ ہی جبری سال کے آغاز میں یکم محرم 1343ھ (21-1920) کو منظر عام پر آیا، اور ہر ماہ کی پانچ اور تیس تاریخ کو پابندی سے شائع ہوتا رہا؛ لیکن اس کے بعد امارت کے ایک ادارہ ”حکومت اور مسلمان نزلہ برعوضی“ 5-5 مئی 1344ھ مطابق 18 مئی 1926ء پر انگریزی حکومت نے بغاوت کا مقدمہ چلایا تھا اور حکومت نے یہ شمارہ ضبط کر لیا تھا، اس مقدمے میں عدالت نے امارت کے ایڈیٹر مولانا عثمان غنی کو ایک سال قید محض اور 500 روپے جرمانہ کی سزا سنائی تھی اور ان کو قید کر لیا گیا تھا، اس کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل کی گئی اور آپ کو 11 ویں دن جیل سے رہا کر دیا گیا، ہائی کورٹ نے سزائے قید ختم کر دی؛ لیکن جرم بحال رکھتے ہوئے 500 روپے جرمانہ برقرار رکھا جسے ادا کر دیا گیا، مولانا کو سزا دیے جانے کی خبر مولانا محمد علی جوہر کے اخبار ”مہر“ میں بھی شائع ہوئی تھی، اس کے علاوہ جب اگست 1927ء کو بٹیا میں بھی ایک فساد ہوا تو اس کے خلاف بھی 20 مئی 1346ھ مطابق 19 اگست 1927ء کے ”امارت“ میں مولانا عثمان غنی نے ایک سخت ادارہ قلم بند کیا جس کے پاداش میں انگریزی حکومت نے امارت کے اس شمارہ کو بھی ضبط کر لیا اور مقدمہ چلایا، مولانا عثمان غنی نے ”امارت“ کے اس شمارے میں ادارہ کے حاشیے پر اپنی تحریر میں اس مقدمے کی تفصیل اس طرح تحریر کی ہے:

”اس مضمون پر مدبر امارت پر حکومت نے زبردفعہ 153 (الف) مقدمہ چلایا تھا اور ایک مسلمان مجسمہ نے چیف سکرٹری کے کہنے اور ڈسٹرکٹ مجسٹری کی رشوت کی لالچ میں ایک سال قید اور ڈھائی سو روپے جرمانہ کی سزا دی تھی، ایبل پریک انگریز ڈسٹرکٹ جج نے جو کسی مدعا علیہ کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا مدبر امارت کو رہا کر دیا اور اس مضمون کو مطابق قانون بنایا اور مجسمہ کو جاہل، نا سمجھ قرار دیا۔“

اس طرح ”امارت“ فرنگی حکومت کے ظلم و ستم کا براہر شکار ہوتا رہا، انگریزی حکومت نے 1352ھ میں بھی امارت کے ایک ادارہ پر مدبر امارت سے ایک ہزار روپے کی ضمانت طلب کی تھی جس کی عدم ادائیگی کی صورت میں امارت بند ہو گیا اور اس کی جگہ پر ”نقیب“ جاری ہوا“ (ان مضمون ڈاکٹر رحمان غنی، امارت شریعہ کا اولین ترجمان امارت بہار کی اردو اشاعت کا سنگ میل، آن لائن)

اس سے پہلے تک اس پریسڈنٹ شاہ محمد عثمان غنی لکھا ہوتا تھا، یہ جلد 10 شمارہ نمبر 6 تک شائع ہوتا رہا، اسی شمارہ میں ہمیں یہ اطلاع ملتی ہے۔ ”اخبار نقیب۔۔۔۔۔۔ ناظم صاحب امارت شریعہ سے اجازت لے لے گئی ہے، اگر خداوند خواستہ جریدہ امارت کی اشاعت ملتوی کر دی تو اس کے بجائے تمام خریداروں کے پاس اخبار نقیب بھیجا جائے گا،۔۔۔۔۔۔ نقیب بھی امارت شریعہ کا اپنا اخبار ہوگا۔۔۔۔۔۔“ اس کے بعد 5 ربیع الثانی 1352ھ مطابق 9 جولائی 1933 روز شنبہ کو نقیب کا پہلا شمارہ منظر عام پر آیا، جس پر مدبر کی حیثیت سے صغیر الحق ناصری کا نام لکھا ہوا ہے، یہ سچ ہے کہ اس کے باوجود تمام کام مولانا عثمان غنی ہی انجام دیتے رہے؛ بلکہ اس نام کی کسی شخصیت کا سراغ بھی نہیں ملتا، عجیب نہیں کہ انہوں نے حکومت کے عتاب سے بچنے اور اخبار کو چلانے کے لیے ایک فرضی نام اختیار کر لیا ہو، اس کے بعد پھر مولانا ہی مستقل اس کے مدبر رہے۔

تفہیم ہند کے جب حالات بدل گئے اور مولانا عثمان غنی کی مشغولیات بہت بڑھ گئیں تو شاہ محمد عثمانی کو اس کی ادارت تفویض کی گئی، قاضی احمد حسین صاحب جب ناظم تھے تو انہوں نے انہیں اس کی ذمہ داری سونپی تھی، جس کو وہ ایک مدت تک انجام دیتے رہے، اس کی تفصیل خود مولانا شاہ محمد عثمانی نے قاضی احمد حسین صاحب

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا خلیفہ بنا کر دنیا میں بھیجا ہے۔ خلافت کے خلیل القدر منصب کے فرائض کا حقہ انجام دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو نہ صرف قوت گویائی بخشی بلکہ شکل و صورت اور دماغی صلاحیت بھی تمام مخلوق سے افضل و اعلیٰ عنایت کی تاکہ وہ دنیا کی دیگر مخلوقات پر

حکومت کر سکے لہذا انسان میں انسانیت کا احساس بھی ودیعت کیا۔ دراصل انسانیت ہی انسان کی پہچان ہے۔ اگر غور کریں تو انسانیت علم، عمل، اخلاص اور فکر آخرت پر مشتمل ہے۔

علم: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جاہل مومن کو علم حاصل کرنے کی تاکید فرمائی ہے اور فرمایا: ”علم رکھنے والے لوگ ہی اللہ سے ڈرتے ہیں“ اللہ کی تخلیق کردہ کائنات، کرۂ ارض اور اس پر پھیلی ہوئی یاس کے اندر کی چھپی ہوئی چیزوں کو دیکھ، تلاش کرے اور ان کی افادیت پر غور کرے۔ ایسے ہی مشقت کرنے والے عالموں نے دنیا کو جہاں عروج پر پہنچایا ہے لیکن مومن پر دنیاوی علوم حاصل کرنے سے پہلے علم دین حاصل کرنا ضروری ہے تاکہ وہ اپنے خالق اور اپنے رب کو پہچان سکے، اللہ اور اس کے رسول کے راستہ پر چل کر کج معنی میں انسان بن سکے یعنی اپنے خالق کو دل و جان سے ایک جانے اور ادا کیجی نماز و روزہ و زکوٰۃ سے ہرگز غافل نہ ہو، اپنے نفس اتار دے ہمیشہ غالب رہے، اعلیٰ اخلاق کا حامل بنے یعنی نرم خوئی، احسان، مغفور و درگزر اور حسن اخلاق و ایثار کا شیوہ اختیار کرے انسانیت کا حق ادا کرے۔ اس کے علاوہ دنیاوی علوم بھی حاصل کرنے کی غرض و غایت اللہ کی مخلوق کو فائدہ پہنچانا ہونہ کہ تخریب کاری۔ نیز علم حاصل کرنے کا مقصد اپنی ذاتی عزت و شہرت اور دولت کمانا نہ ہو بلکہ اپنے علم سے انسان اپنے اخلاق درست کرے اور اشاعت علم اور اصلاح و دعوت کو اپنا نصب العین بنائے۔

عمل: علم انسان کے لئے ایک عظیم نعمت ہے۔ مگر علم و عمل لازم و ملزوم ہیں۔ قرآن مجید میں بہت سی جگہوں پر

انسانیت کی پہچان۔ علم و تقویٰ ہے

طیبہ سہیل

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے، ان کے لئے دین و دنیا میں فلاح ہے۔“ عمل ایک ایسا وسیع مضمون ہے جس میں تمام اخلاقیات مضمر ہیں۔ عالم نیک و بد اعمال کے نتائج اور اجر و ثواب جانتا ہے۔ اگر پھر بھی وہ عمل نہ کرے تو عالم کا علم اس کی ذات کے لئے دنیا میں کسی

منفعت کا باعث بن سکتا ہے نہ دین کے لئے فائدہ مند ہو سکتا ہے۔

کم علم اور بھولے بھالے لوگ جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور اچھے اخلاق رکھتے ہیں، دوسروں کے ساتھ نیکی کرتے ہیں، محنت و مزدوری کرتے ہیں اور اللہ کا شکر بجالاتے ہیں، وہ اللہ کی نظر میں پسندیدہ ہیں اور قیامت کے دن آسانی سے جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے۔ دراصل علم و عمل وہ یکساں ہے جس سے انسان کا دل و دماغ آئینہ کی طرح صاف و شفاف ہو جاتا ہے جس میں اپنے اور دوسروں کے نیک و بد اعمال صاف نظر آنے لگتے ہیں۔ عالم خود اپنا محاسب بن جاتا ہے، اس کی شخصیت ٹھہر کر مثالی بن جاتی ہے، اس کی زبان میں اللہ تعالیٰ اثر پیدا کر دیتا ہے اور اس کا علم اس کی ذات اور دوسروں کے لئے نفع بخش ہو جاتا ہے۔

اخلاص: اخلاص کے ساتھ جو عمل بھی کیا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں ضرور قبول ہوتا ہے۔ اس لئے احکام خداوندی پر کسی لالچ کے ہزار مشکلات اور مخالفت کے باوجود خلوص کے ساتھ عمل کرنا چاہئے۔ اللہ کے مخلص بندے اپنے اعمال اور عبادات کی تشہیر نہیں کرتے بلکہ چھپاتے ہیں اور چھپوٹے سے چھوٹا کام بھی اس نیت سے کرتے ہیں کہ اللہ کا حکم ہے۔ مثلاً انسان بھوک اور پیاس میں اس نیت سے کھائے کہ اللہ نے فرمایا ہے ”کھاؤ، پیو اور رضوان خیر پی کرؤ“ ایسی صورت میں اس کا کھانا عبادت بن جاتا ہے۔ اپنی صحت کی حفاظت کیلئے دوا و علاج اس نیت سے کرے کہ زندگی اللہ کی دی ہوئی امانت ہے، اس کو جس سلامت رکھنے کی جدوجہد کرنا اللہ کی طرف سے فرض ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔“ (باقی ص ۱۱۰)

منزل تک پہنچنے کے لئے امتحانات سے گزرنا ہی ہوگا

مولانا محمد الحسنی

دردِ کسا سامان پیدا کر دیتی ہیں اور مصیبت بالائے مصیبت بن جاتی ہیں۔ وہ ظاہری اور مادی اسباب کے جال میں اس طرح گرفتار ہیں کہ خالق اسباب کی طرف ان کی نظری نہیں جاتی حالانکہ قرآن مجید کی صریح ایک آیت ہم کو رزادینے کے لئے کافی ہے ”کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں کہ ہر سال ایک دوسرے آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں؟ مگر اس پر بھی متوجہ نہ ہوتے ہیں نہ کوئی سبق لیتے ہیں۔“ (التوبہ: 126) علاجِ برق اور اپنی اپنی جگہ جگہ ہو سکتے ہیں، احساس و شعور کی بیداری بھی ضروری ہے، احتجاج اور اظہارِ کرب بھی بالکل قدرتی اور زندگی کی علامت ہے مظلوموں کی امداد اور غمخواری بھی بلاشبہ ایک ضروری فریضہ اور وقت کا فوری تقاضا ہے۔ لیکن مختلف واقعات، حادثات اور آفات آنے کے بعد کیا ہم نے کبھی یہ سوچا کہ اس کو راضی کرنے کی کوشش کیوں نہ کریں، جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی باگ ڈور ہے اور جس کے دستِ قدرت میں آسمان و زمین کی وسعتیں اور ساری دنیا کی طاقتیں ہیں اور جس کو راضی کرنے سے نہ صرف دنیا میں عزت و سربلندی اور سکون و اطمینان حاصل ہو سکتا ہے بلکہ آخرت کی غیر فانی زندگی اور لا زوال نعمتیں بھی مل سکتی ہیں جہاں آدمی کو ہمیشہ کے لئے رہنا ہے؟ ہم ظاہری اور دنیاوی ذرائع پر تو بھروسہ کرتے ہیں لیکن ہماری وہ بنیاد و بنیاد پر حدِ کمزور ہے جس پر ان حقوق کی ضمانت کی گئی ہے، وہ بنیاد ہے اللہ کے وعدوں پر سچا یقین، اللہ پر مکمل اعتماد اور بھروسہ، اللہ کے راستے میں جان و مال کی قربانی کا جذبہ اور زندگی کے ہر شعبہ میں خدا کی مکمل پیروی و اطاعت کا فیصلہ نیز عزم و استقامت کے ساتھ زندہ رہنے کا جذبہ! اس لحاظ سے دیکھتے تو ہم ان شرطوں میں سے کوئی شرط بھی پوری نہیں کر رہے ہیں جن پر اس اطمینان ان اور عزت و سربلندی کی ضمانت ہے۔ جہاں تک رب العالمین کے وعدوں پر سچے یقین اور اللہ پر مکمل اعتماد کا تعلق ہے، اس کا حال ہم سب کو خوب معلوم ہے۔ چار چھ آنے کی دوا یا نسخہ پر ہم کو یقین ہے دعا پر اس کا عشرِ عشر بھی نہیں، جتنا اعتماد اور بھروسہ ہم کو اپنی ملازمت، تجارت اور بزنس پر ہے اتنا اعتماد ہم کو اللہ تعالیٰ کی رزاقیت اور رحمت پر بھی نہیں۔ ہم دنیاوی ذرائع پر تو یقین کر سکتے ہیں لیکن جس چیز پر ہمارا اعتماد دروز بروز کمزور ہوتا جا رہا ہے وہ خدا کے وعدہ اور اس کے شرائط پوری کرنے کے نتائج ہیں۔ ہم میں سے کتنے ہیں جن کے تحت الشعور میں یہ ہے کہ اگر فلاں شخص فلاں جماعت نہ ہوگی تو ہمارے لئے نفی دشواریاں پیدا ہو جائیں گی، فلاں حلقہ، برادری یا جماعت ناخوش ہو جائے تو ساری عزت و نیک نامی جاتی رہے گی، فلاں افسر اور حاکم ناراض ہو جائے گا تو نفع و بلا اللہ رزق کے دروازے بند ہو جائیں گے اور مستقبل تاریک ہو جائے گا۔ شاعر نے شاید اس صورت کو پیش نظر رکھ کر کہا تھا؟

بتوں سے تجھ کو امید اور خدا سے نومیدی

مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

ایک دوسری چیز جس کی طرف توجہ دلا ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ قرن اول اور اس کے بعد کی صدیوں میں بھی مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ کوئی بڑا اقدام کرنے سے پہلے یا اپنی غیر معمولی واقعہ اور نازک حالات میں جس میں مسلمانوں کے لئے بظاہر خطرہ نظر آتا ہے، پہلے اپنی طرف سے اطمینان کر لیتے پھر اس کے بعد گرد و پیش کا جائزہ لیتے، وہ دیکھتے تھے کہ ہم میں مصیبت تو عام نہیں ہوگئی ہے، ہماری صفوں میں اختلاف و امتیاز تو نہیں، ہمارے اندر حرص و طمع اور دنیا کی محبت تو پیدا نہیں ہوگئی ہے۔ اس طرف سے اطمینان ہو جاتا تھا تب وہ محسوس کرتے تھے کہ ”اذن لا یضیعنا“، یعنی پھر اللہ تعالیٰ ہم کو ضائع نہیں کرے گا۔ یہ انداز فکر وہ شاہ کلید ہے جس سے زندگی کا قفل کھل سکتا ہے، ایک ایک چیز کے لئے فریاد کرنے، درود پڑھنا پھیلانے اور ہر کس و نا کس کی خوشامد کرنے سے بہتر یہ ہے کہ اپنے ایمان، اپنے اخلاص، اپنے عمل اور اپنی قربانی سے اس خدا کو راضی کرنے کی فکر کی جائے جس کے ہاتھ میں سب کچھ ہے اور جس کے حقیقی نام لبواؤں اور جس کے نبی کے ادنیٰ غلاموں کا یہ حال ہے کہ دنیا کی بڑی سے بڑی سلطنتیں اور حکومتیں ان کے سامنے مٹی کے گھر و مندوں اور سنگریزوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی تھیں۔

بقیہ: انڈیا اتحاد اس کے لیڈران کیرالہ کانگریس (پی جے جوزف گروپ)
(1979-2010): کیرالہ کانگریس (جوزف) آریا کرشنا پٹی اور کے ایم مانی کے الگ الگ حصے 1985 میں پی جے جوزف کی قیادت والی کیرالہ کانگریس میں ضم ہو گئے، لیکن یہ پارٹیاں 1987 میں کے ایم مانی کے ذریعے دوبارہ الگ ہو گئیں، 1987 کی تقسیم کے بعد پی جے جوزف اور کے ایم مانی کے درمیان نام اور نشان کے لیے بڑی قانونی جنگ ہوئی، عدالت نے پی جے جوزف کے حق میں فیصلہ سنایا۔ 1989 میں آر باکرشن پٹی نے بھی کیرالہ کانگریس چھوڑ دی، اور کیرالہ کانگریس بال کرشن بنائی، پی جے جوزف 2010 تک کیرالہ کانگریس کی نمائندگی کرتے ہوئے کئی بار وزیر رہے۔

کیرالہ کانگریس (M) کے سائنس اضمیام اور تحلیل (2010-2015): 2010 میں کیرالہ کانگریس کے ایک بانی پی ٹی جاکو کے ایک بیٹے، پی ٹی تھامس نے کیرالہ کانگریس میں شمولیت اختیار کی۔ وہ 2001 تک کیرالہ کانگریس (ایم) کے رکن رہے جب تک کہ وہ اپنی پارٹی، ایئر این فیڈرل ڈیموکریک پارٹی بنائی تھی، دو ہزار دس کے آخر میں، کیرالہ کانگریس (ایم) کے ایک پارٹی میں ضم ہونے کا فیصلہ کیا، پی ٹی تھامس نے اس اضمیام کی حمایت نہیں کی اور کیرالہ کانگریس (انضمام مخالف گروپ) کے نام سے اپنا ایک گروپ بنالیا، آر خرا، کیرالہ انکیشن کمیشن نے پارٹی کا نام اور نشان منسوخ کر دیا، اس طرح کیرالہ کانگریس کو تحلیل کر دیا۔

کیرالہ کانگریس کا احیاء (2016 سے): پی ٹی تھامس کیرالہ کانگریس (انضمام مخالف گروپ) کے چیئرمین تھے۔ 2014 میں، اس پارٹی میں اقتدار کی کشمکش شروع ہوئی اور 2015 کو تھامس نے کیرالہ کانگریس (انضمام مخالف گروپ) چھوڑ کر کیرالہ کانگریس (تھامس) تشکیل دی لیکن لیفٹ ڈیموکریک فرنٹ نے اس تقسیم کو منظور نہیں کیا اور تھامس کو اپنے اتحاد سے نکال دیا (جاری)

امتحانات سے گزر کر منزل تک پہنچنا، قربانیاں دینا اور زندگی کا استحقاق ثابت کرنا ہر زندہ دل اور باشعور قوم کے لئے ایک ایسی شرط ہے کہ جس کو پورا کئے بغیر وہ دنیا کے نقشہ میں کسی حیثیت سے کوئی اہم اور ممتاز جگہ نہیں بنا سکتی۔ یہ تو ہر قوم کا حال ہے جس میں کسی مذہب نسل اور ملک و وطن کی قید نہیں ہے لیکن امت مسلمہ اس عام قانون پر پوری اترنے کے ساتھ دو چیزوں میں دوسری اقوام سے منفرد اور ممتاز ہے۔ ایک تو یہ کہ اس کی زندگی کے نقشہ میں امتحانات اور مشکلات اور قربانی و آزمائش کو ایک ایسا تقدس حاصل ہے اور ان قربانیوں کے بارے میں ایسی نعمتیں ملنے والی ہیں کہ جس کے بعد یہ زندگی دشوار اور موت آسان معلوم ہونے لگتی ہے اس کو یہ جاننا کہ اس سے سروبال دوش ہے دوسرے یہ کہ ان امتحانات اور آزمائشوں کے پیچھے اسباب و شرائط کا ایک پورا سلسلہ ہے۔ یہ آزمائشیں اندھے کی لالچی نہیں جس میں مجرم اور بے گناہ اور قابل سزا اور قابل انعام کسی کی شخصیت نہ ہو۔ نہ یہ حالات کا قدرتی نتیجہ ہیں جن کی کوئی غیر مادی توجیہ ممکن نہ ہو بلکہ یہ ظاہری حالات بھی قدرت الہی کے فیصلہ و مشیت کا نتیجہ ہیں، چنانچہ جب کوئی مومن کسی ابتلا اور آزمائش سے دوچار ہوتا ہے تو اس کو یہ فکر و جستجو لاحق ہوتی ہے کہ اس ابتلا و مصیبت کا حقیقی سبب کیا ہے؟ اور اس کو دور کرنے کی کیا تدبیر ہے؟ جہاں تک ان قربانیوں کے تقدس و رفعت اور ان عظیم وعدوں کا تعلق ہے جو مسلمانوں سے اس ضمن میں کئے گئے ہیں، قرآن و حدیث میں جگہ جگہ بہت خاص انداز میں اس کا ذکر ہے، بار بار مختلف اسالیب اور مختلف پیرایوں میں اس کو دہرایا گیا ہے۔ چنانچہ اہل ایمان کے لئے واضح لفظوں میں ارشاد خداوندی ہے اور ہم ضرور تمہیں خوف و خطر، قاضی، جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھائلے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے۔ ان حالات میں جو لوگ صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے تو کہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے، انہیں خوش خبری دے دو ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عطایات ہوں گی، اُس کی رحمت اُن پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ راست رہیں۔ (البقرہ 155-157) اس آیت کریمہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ امتحانات کی یہ تمام قسمیں مسلمانوں کی ترقی اور رفیع درجات نیز کھڑے اور کھوٹے کی تفریق کے لئے ضروری ہیں۔ اس کے لئے بشارت ان صبر کرنے والوں کو دی گئی ہے جو ہر مصیبت کے وقت خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ صبر کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صبر کر کے گھر بیٹھ جایا جائے یا یہ کہ اللہ پڑھ کر صبر سے بوجھ اتار لیا جائے یا ماتم اور نو حروفانی شروع کر دی جائے، بلکہ صابرین سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایسے نازک موقع پر کوئی حرف شکایت زبان پر نہیں لاتے، نہ اپنی قسمت کا ماتم کرتے ہیں نہ زمانہ کو شکوہ، نہ دوسروں کو الزام دے کر اپنے کو بے قصور سمجھتے ہیں، بلکہ استقامت اور پامردی کا ثبوت دیتے ہوئے خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اپنا ایمان و یقین از سر نو تازہ کرتے ہیں۔ اپنی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ اس میں کیا خامیاں ہیں جن کو احساسِ ندامت کے آسوں سے پاک کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ کون سے برے اعمال اور بری عادتیں ہیں جو خدا کو ناراض کرنے والی اور اس کی نگاہِ رحمت کیلئے حجاب بن رہی ہیں۔ ان مصائب و مشکلات کا حل ان کے نزدیک انابت الی اللہ اور پھر اس انابت پر استقامت ہے، اور اس قرآن مجید کا ارشاد ہے ”کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کو آزمایا جائے گا؟ حالانکہ ہم ان سب لوگوں کی آزمائش کر چکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں، اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہے کہ کچھ کون ہیں اور کچھ کون؟ (العنکبوت: 2-3) دوسرا نہایت اہم پہلو یہ ہے کہ ہمیں دیکھنا چاہئے کہ یہ آزمائشیں کیوں پیش آتی ہیں اور یہ مصیبتیں کیوں نازل ہوتی ہیں؟ قرآن مجید کا صاف اعلان ہے ”جو کچھ ان کے ساتھ ہوا وہ ان پر اللہ کا ظلم تھا بلکہ ان کا اپنا ظلم تھا جو انہوں نے خود اپنے اوپر کر لیا۔“ (نحل: 33) یہ دراصل ان باطنی اور حقیقی اسباب کی طرف اشارہ ہے جو ظاہر پرست یا ظاہر میں انسانوں کو نظر نہیں آتے اور وہ اس کا علاج اور سحی، وقتی اور جزوی چیزوں سے کرنا چاہتے ہیں جو بعض اوقات ان کے لئے مزید

بقیہ: انصافیت کی پہچان.....
فکر آخرت: دنیا کی اس تلیل الدلت زندگی میں انسان جو نیک و بد اعمال کرتا ہے یا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اس کا علم اللہ کو تو ہوتا ہی ہے، لوح محفوظ میں بھی یہ محفوظ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے کرنا کا تین مقرر کئے ہیں جو انسان کے اعمال کا کم و کاست ایک رجسٹر میں لکھتے ہیں۔ قیامت کے دن انسان کے اعضاء بھی بولیں گے اور گواہی دیں گے جو کام اس نے ان اعضاء سے دنیا میں کئے تھے۔ یہی نہیں بلکہ زمین میں بھی مومن و کافر کی طرح جمع رہیں گے۔ سورہ زلزال میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن زمین انسان کے اعمال اگل دے گی اور گواہی دے گی ہر اس عمل پر جو انسان نے عمل کیا یا پوشیدہ کئے تھے۔ وہ منظر کیا شرمناک ہوگا جب انسان اپنے پوشیدہ اور اعلانیہ کئے گئے اعمال کے شہار پر پوری دنیا کے لوگوں کے سامنے اور اللہ اور فرشتوں کے سامنے ذلیل و خوار ہو جائے گا سورہ مؤمن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وہ، یعنی اللہ جانتا ہے انکھوں کی خیانتوں اور (ان نبیوں اور ارادوں کو) جو تمہارے سینوں میں چھپے ہوئے ہیں۔“ سورہ لقمان میں حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا تھا ”اے بیٹے کوئی چیز پانی کے دانے کے برابر بھی اور کسی چٹان میں یا آسمان میں یا زمین میں نہیں چھپی ہوئی ہو اللہ اسے نکال لائے گا۔ وہ ہر ایک میں اور ہر جگہ ہے۔ میرے فرزند! تو نماز قائم رکھ اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کر اور جو تکلیف تجھے پہنچے اس پر صبر کر۔“ یہ وہ باتیں ہیں جن کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔ اولوگوں سے (غور کے ساتھ) پانچ نہ بچیں، اور زمین پر اکثر کمر مت چل، بیشک اللہ ہر حکم، اثر کر چلنے والے کو ناپسند فرماتا ہے، اور اپنے چلنے میں مماند روی اختیار کر، اور اپنی آواز کو کچھ پست رکھا، کچھ بیک سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے (یعنی بات چیت میں نرمی اور شائستگی قائم رکھ)۔ ”حدیث شریف میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عقلمند اور عاقبت اندیش ہے وہ شخص جو اپنے اعمال کا جائزہ لیتا رہے اور اپنے اعمال کے جوہر نے کے بعد کام آنے والے ہیں۔“

مسلمان کیاریں؟

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

منافقین کو اپنا آلہ کار بناتی تھیں؛ لیکن مسلمان اس سے متاثر نہیں ہوتے تھے، اس اُسوہ کو سامنے رکھا جائے، اگر کچھ مسلمان اُمیدوار پیسے لے کر مسلمان یا سیکولر اُمیدوار کو نقصان پہنچانے کے لئے کھڑے ہوں تو یہ یقیناً رشوت ہے اور بمقابلہ عام رشوتوں کے زیادہ گناہ کا باعث ہے؛ کیوں کہ اس کے نقصانات بہت زیادہ ہیں۔

ایک اہم مسئلہ یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کو اپنی الگ سیاسی جماعت قائم کرنی چاہئے، جس کا رجحان بڑھ رہا ہے، یا دوسری سیاسی جماعتوں میں شرکت کو ترجیح دینی چاہئے؟ میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلہ میں ہر جگہ ایک ہی طریقہ کار کو اختیار نہیں کیا جاسکتا؛ بلکہ مختلف علاقوں کے حالات کے اعتبار سے الگ الگ طریقے مفید ہو سکتے ہیں، مسلم جماعتوں کے قیام میں یہ فائدہ ضرور ہے کہ وہ قانون ساز اداروں میں کسی تحفظ کے بغیر مسلمانوں کی بات پہنچا سکتے ہیں، ہندوستان کی بعض ریاستوں میں اس کا بڑا فائدہ محسوس کیا گیا ہے، خاص کر جنوبی ہندو و مشرقی ہند کے بعض علاقوں میں بھی مسلمانوں کی ایسی سیاسی تنظیمیں فائدہ مند ثابت ہوئی ہیں؛ لیکن یہ ایسی جگہ پر ہی ممکن ہے، جہاں مسلم آبادی مرکز ہو، جہاں مسلم آبادی مرکز نہ ہو، وہاں مسلمانوں کی اپنی پارٹیوں کا قیام فائدہ مند کے بجائے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے؛ کیوں کہ اگر آپ کے ایک دوسرے منتخب بھی ہو گئے؛ لیکن دوسری پارٹیوں نے یہ محسوس کر لیا کہ مسلمانوں کا ووٹ انھیں نہیں ملا تو آپ ان پر کوئی پریش قارئین کر سکتے اور صرف ایک دوسرے کے ذریعہ آپ کا کوئی مسئلہ حل نہیں ہو سکتا، ایسی جگہوں میں یہ بات زیادہ مفید ہوتی ہے کہ اپنی علاحدہ پارٹی قائم نہ کی جائے؛ لیکن اپنے مطالبات کا ایجنڈہ مرتب کیا جائے، اور اس کو ان پارٹیوں کے سامنے پیش کیا جائے جو اپنے آپ کو سیکولر کہتی ہیں اور پھر ایسی پارٹی کے حق میں متحد ہو کر کوشش کی جائے، جو مسلم ایجنڈہ کو قبول کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے کام غیر مسلم بھائیوں کے ساتھ مل کر اشتراک کے ساتھ کئے ہیں، آپ نے ظلم و نا انصافی اور لاقانونیت کو دُور کرنے کے لئے حلف الفضول میں شرکت فرمائی ہے، اگرچہ یہ واقعہ، نبوت سے پہلے کا ہے؛ لیکن نبی بنائے جانے کے بعد بھی آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے اب بھی اس کی طرف دعوت دی جائے تو میں قبول کروں گا: لو دعیت الیہ لا جبت (مسند الہزار) اسی طرح ہجرت کے بعد آپ نے مدینہ منورہ میں ایک ایسی مملکت کی داغ بیل ڈالی، جس میں مسلمانوں کو اور یہودیوں کو یکساں طور پر مذہبی آزادی حاصل ہو اور دونوں یکساں طور پر دفاع کی ذمہ داریاں ادا کریں، جب تک خود یہودیوں کی طرف سے بدعہدی کے واقعات پیش نہیں آئے، یہ معاہدہ باقی رہا، یہ ایک مثال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت و مصلحت کے مطابق غیر مسلم قوموں کے ساتھ اشتراک اختیار فرمایا کرتے تھے، اس لئے جن سیاسی پارٹیوں کا ایجنڈہ کھلے طور پر اسلام اور مسلمانوں سے عداوت پر مبنی نہ ہو، ان پارٹیوں میں شرکت اور ایک باعزت معاہدہ کے تحت ان کے حق میں ووٹ دینے میں کوئی حرج نہیں۔

جہاں مسلم پارٹیوں کا قیام اور ان کے اُمیدواروں کا کھڑا ہونا مسلمانوں کے لئے نقصان کا باعث ہو اور اس سے فرقہ پرست پارٹیوں کو تقویت پہنچتی ہو، وہاں مسلم پارٹیوں کا اُمیدوار کھڑا کرنا یقیناً ایک نادرست عمل ہی کہلائے گا، تجزیہ نگاروں کا خیال ہے کہ بہت سی سٹیٹس بھارتیہ عتقا پارٹی کو مسلمان پارٹیوں کی بدولت حاصل ہوئیں؛ چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ بعض دفعہ مسلم اکثریت جگہوں سے فرقہ پرست ممبران منتخب ہو جاتے ہیں، یہ ایمانی فراست، سیاسی شعور اور ملی حیثیت کے مفارغے! غرض کہ جمہوری نظام میں ووٹ ایک اہم طاقت اور ایک موثر ہتھیار ہے اور مسلمانوں کا ملی فریضہ ہے کہ وہ نہایت شعور، ہوش مندی اور بھنداری کے ساتھ اس ہتھیار کا استعمال کریں، نہ اپنے دشمنوں کے آلہ کار بن جائیں اور نہ جذبات کی رو میں بہہ کر یا اقدام اٹھائیں جو خود ان کے لئے نقصان دہ ہو۔

اعلان مفقود خبری

معاملہ نمبر ۱۶۱/۶۳۸۵۷۳۵/۱۴۴۲ھ

مسرت پروین بنت محمد افضل، مقام محلہ ہلال مسجد آزادگر، منہسہ، بھلاری شریف، پٹنہ۔ فریق اول

بنام

محمد نعیم ولد محمد صدیق شاہ، مقام محلہ ہلال مسجد آزادگر، منہسہ، بھلاری شریف، پٹنہ۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ نمبر ۱۶۱/۶۳۸۵۷۳۵/۱۴۴۲ھ میں آپ کی بیوی فریق اول نے آپ کے خلاف عرصہ تین سال سے مفقود و گمراہ ہونے اور نان و نفقہ وغیرہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ بھلاری شریف، پٹنہ میں فسخ نکاح کا مطالبہ کیا ہے۔ لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو گاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ بھلاری شریف، پٹنہ کو دیں اور آئندہ تاریخ ساعت ۲ ذی الحجہ ۱۴۴۳ھ مطابق ۹ جون ۲۰۲۲ء روزِ آوار کو خود گواہان و ثبوت بوقتِ نو بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ بھلاری شریف، پٹنہ میں حاضر ہو کر فرغِ اِثام کریں، واضح رہے کہ عدم حاضری و عدم بیروی کی صورت میں معاملہ ہذا کا تعقیب کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریف

”جہاد“ ایک ایسا لفظ ہے کہ جس کو غریبی اہل قلم اور حکومتوں نے بدنام کر کے رکھ دیا ہے، یہاں تک کہ مسلمانوں کی نئی نسل بھی جہاد کے تذکرہ پر شرمندگی اور احساسِ کمتری میں مبتلا ہو جاتی ہے؛ حالانکہ یہ محض پروپیگنڈہ یا غلط فہمی ہے، اسن اور انصاف قائم کرنے کی کوشش کو ”جہاد“ کہتے ہیں، جہاد کا تعلق صرف میدانِ کارزار اور فسادِ دی و لشی تھیں روئے سے نہیں ہے؛ بلکہ انسان کی ان تمام صلاحیتوں سے ہے، جو اسن و انصاف قائم کرنے کے مقصد کو پورا کر سکتی ہیں، جہاد زبان سے بھی ہے؛ چنانچہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کا کہنا جہاد کی سب سے افضل صورت ہے؛ افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائز (سنن ابی داؤد) اور جو کام زبان کرتی ہے، وہی کام بعض اوقات زیادہ بہتر طور پر قلم کے ذریعہ انجام دیا جاتا ہے؛ اسی لئے قلم بھی جہاد کا ایک ذریعہ ہے، جہاد مال کے ذریعہ بھی ہے، خود قرآن مجید میں اس کا ذکر موجود ہے (توبہ: ۱۳) جہاد کا تعلق انسان کے نفس اور جسمانی مشقتوں سے بھی ہے؛ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کو بھی جہاد قرار دیا: ”الحج جہاد“ (سنن ابی ماجہ) کیوں کہ حج میں انسان نفس کے خلاف مجاہدہ کرتا ہے، نہ اپنی مرضی کا لباس پہن سکتا ہے، نہ خوشبو کا استعمال کر سکتا ہے، اور اسے اپنی بعض اور جائز خواہشات کو بھی چھوڑنا پڑتا ہے، جہاد کی آخری شکل وہ ہے، جس کو ”جنگ“ کہا جاتا ہے، جس کا مقصد عدل و انصاف قائم کرنے اور شر و فساد کو دُور کرنے میں آخری درجہ کی قوت کا استعمال کرنا ہے۔

غرض کہ جہاد کا مقصد متعین ہے؛ لیکن آلات و وسائل متعین نہیں ہیں، ہر زمانہ میں جو طاقت اور جو صلاحیت انصاف کو قائم کرنے میں مدد و معاون ہو سکتی ہے، ظالموں کو زیر کر سکتی ہے، اور سامانِ پراثر انداز ہو سکتی ہے، ان وسائل کا استعمال کیا جانا چاہئے، اس سلسلہ میں قرآن مجید کا یہ ارشاد ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ جہاں تک ہو سکے، ان کے مقابلہ میں طاقت کو منظم کرو: وَاعْتَدُوا لَهُمْ مِمَّا اسْتَطَعْتُمْ“ (الانفال)

مشہور مفسر علامہ فخر الدین رازیؒ نے لکھا ہے کہ یہ ہر ایسی چیز کو شامل ہے، جس کے ذریعہ دشمن سے مقابلہ کیا جاسکتا ہو: ہذا عام فی کل ما یتقوٰ بہ علی حوب العدو“ (مفاتیح الغیب) اس سے کون سے ہتھیار مراد ہیں؟ مفسرین نے اس کو بھی متعین کرنے کی کوشش کی ہے؛ چنانچہ بعض اہل علم نے تیز اندازی مراد لی ہے؛ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے پڑھنے کے بعد تین دفعہ فرمایا کہ اصل قوت تیر اندازی ہی میں مضمر ہے: الا ان القوة الرومی (مسلم) خود قرآن مجید کی اس آیت میں گھوڑوں کا ذکر کیا گیا ہے، جو گزندہ زمانوں میں جنگ کے لئے ایک مفید، ذہین اور تیز کام سوار تھی، ذکر تیر کا بویا گھوڑے کا، یہ ایک علامتی لفظ ہے، جس کا مقصد ہے ہر دور کے مؤثر اور طاقتور ترین ہتھیار کا استعمال۔

اللہ کا شکر ہے کہ ہم لوگ جس دور میں زندگی گزار رہے ہیں، یہ جمہوری تصورات کے غلبہ کا عہد ہے، جس میں رائے عامہ کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہوتی ہے، جس میں پُر اسن طریقہ پر انقلاب لا ناممکن ہے، جس میں اکثریت کی رائے کا خاص وزن ہوتا ہے، جمہوری نظامِ حکومت کا ایک اہم اور بنیادی عمل الیکشن ہے، الیکشن میں زیادہ ووٹ حاصل کر کے اقتدار حاصل کیا جاسکتا ہے، اور ووٹ کی طاقت استعمال کر کے حکومتیں بدلی جاسکتی ہیں؛ اس لئے حکومتوں کو گرانے اور ختم کرنے اور حکومتوں کی پالیسیوں پر اثر انداز ہونے کے لحاظ سے الیکشن بھی اس قوت میں شامل ہے، جس کے جمع کرنے کا قرآن مجید نے حکم دیا ہے، خصوصاً ہندوستان جیسے ملک میں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں، الیکشن کی سیاست میں مسلمانوں کی حصہ لینے کی بے حد اہمیت ہے۔

الیکشن میں حصہ لینے کا ایک پہلو یہ ہے کہ مسلمان زیادہ سے زیادہ ووٹ ڈالنے کی کوشش کریں، یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ بعض اہل علم نے ووٹ کو گواہی کے حکم میں رکھا ہے، گواہی دینا بوقتِ ضرورت واجب ہے اور اس سے بڑی ضرورت کیا ہوگی کہ فرقہ پرست پارٹیوں کو بامِ اقتدار تک پہنچنے سے روکا جائے، عملی طور پر یہ بات دیکھی گئی ہے کہ جہاں کہیں مسلمانوں نے ووٹ ڈالنے کا اہتمام کیا، وہاں سیکولر طاقتوں کو آگے بڑھانے اور فسطائی قوتوں کو پیچھے ہٹانے میں مدد ملی ہے۔

اس طاقت کو استعمال کرنے کا دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ مسلمان اپنے ووٹ کو بکھراؤ سے بچائیں اور پورے شعور کے ساتھ متحد ہو کر کسی ایک پارٹی کو ووٹ دیں، اکثریت تو ووٹ تقسیم ہونے کے باوجود اپنی سیاسی قوت برقرار رکھ سکتی ہے؛ لیکن اس اقلیت کا کوئی وزن باقی نہیں رہ سکتا، جس کی صفیں شکستہ ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اجتہادیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد سے: ید اللہ علی الجماعۃ (سنن ابی ماجہ) قرآن مجید کی ہدایت ہے کہ مسلمان مل جل کر رہی کو تھامیں اور ہر آئندہ ہونے سے بچیں: وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللہ جَمِیعًا وَلَا تَفَرَّقُوا (آل عمران) انتشار اور ٹکھراؤ، ہوا جیزی، شکست و ریخت اور قومی کمزوری کا سبب ہوتا ہے: وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رَیْضُکُمْ وَاصْبِرُوا (انفال)

الیکشن میں مسلمانوں کے ووٹ کو بے اثر کرنے کے لئے دُور رس اور بظاہر دلفریب ساز شی بھی کی جاتی ہیں، اور مضبوط مسلمان اُمیدوار کے مقابلہ میں اُمیدوار بھی کھڑے کئے جاتے ہیں، ایسے موقع پر ضروری ہے کہ صورت حال کو دیکھتے ہوئے فیصلہ کیا جائے اور جیسے اسلام دشمن طاقتیں عہد نبوی میں

طب و صحت

نوزائیدہ بچوں کے مسائل

ہے۔ ایسی حالت میں آپ کو اپنے بچے کو ڈاکٹر کے پاس لے جانا چاہیے۔

پیت پھولنا

کئی بچوں کا پیت تھوڑا بہت پھولا رہتا ہے خاص کر زیادہ کھانے کے بعد، لیکن یہ دو کھانوں کے بیچ ملائم محسوس ہونا چاہیے، خاص کر جب بچہ سو رہا ہو۔ اگر اس کا پیت مستقل طور پر پھولا ہو اور ٹھوس محسوس ہو رہا ہے اور ساتھ ہی اس نے ایک دن یا اس سے زیادہ وقت سے پاخانہ نہیں کیا ہے یا پیت سے گیس نہیں نکلی ہے، یا وہ بار بار قے کر رہا ہے تو آپ کو اسے فوراً ڈاکٹر کے پاس لے جانا چاہیے کیوں کہ یہ اس کی انت سے متعلق تشویشناک مسئلہ ہو سکتا ہے۔

بخار

جب بھی آپ کا بچہ بخار سے متعلق طور پر چڑچڑاہٹ محسوس ہوتا ہے تو اس کا درجہ حرارت ناپیں۔ بغل کا درجہ حرارت ناپنا زیادہ محفوظ اختیار ہے اور 3 ماہ سے کم عمر کے بچوں کے لیے ایسا کرنے کی خاص صلاح دی جاتی ہے۔ اگر بغل کا درجہ حرارت 100.4F 38C سے زیادہ ہے یا کان کا درجہ حرارت 100.4F 38C سے زیادہ ہے تو آپ کو اسے ڈاکٹر کے پاس لے جانا چاہیے کیوں کہ یہ تفکیک کن علامت ہو سکتا ہے۔ جلدی بطنی دیکھ بھال مہیا کرنا ضروری ہے کیوں کہ چھوٹے بچوں کی کیفیات بہت جلدی خراب ہو سکتی ہیں۔

مندرجہ ذیل حالات میں اپنے بچے کو فوراً ڈاکٹر کے پاس لے کر جائیں۔

پھیلا، اونگھتا ہوا اور گرم محسوس ہوتا ہے۔ سست ہے یا بہت زیادہ روتا ہے۔ ہرے یا خون آلود سیال قے کرتا ہے، بالکل غذا نہیں لیتا ہے یا اس کی ہجھوک میں بہت زیادہ تبدیلی آتی ہے۔ مرزہ ہوتا ہے۔ مستقل طور پر بہت تیزی سے سانس لیتا ہے یا سانس لینے میں دشواری ہوتی ہے۔ 15 سیکنڈ یا اس سے زیادہ وقت تک سانس لینا بند کر دیتا ہے۔

دکھائی دیتے ہیں۔ جلد اور نونوں کا رنگ سیاہی مائل یا نیلا دکھائی دیتا ہے۔

دوران خون سے متعلق مسئلہ

نوزائیدہ بچے کو بخندے ماحول میں لے جانے پر کبھی کبھی اس کے ہاتھ اور پیر نیلے دکھائی دے سکتے ہیں، لیکن گرم ماحول میں آنے پر انہیں پھر سے گلابی ہو جانا چاہیے۔ کبھی کبھی زور سے رونے کے لیے اپنی سانس کو کچھ لمحے کے لیے روکنے پر اس کے چہرے، زبان اور ہونٹ کو تھوڑا نیلا ہو جانا چاہیے۔ اگر اس کے پر سکون ہو جانے پر ان جگہوں کا رنگ تیزی سے معمول کے مطابق ہو جاتا ہے تو آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تاہم، اگر آپ کا بچہ اچانک اور لگاتار پھیلا پڑ رہا ہے یا اس کا پورا جسم نیلا ہو جاتا ہے تو اسے دل یا پیچھے سے متعلق مسائل ہو سکتے ہیں۔ ایسے میں فوری طبی مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔

ہائیڈریشن کی کیفیت

بچوں میں آسانی سے اور جلد ہی پانی کی کمی ہو جاتی ہے۔ یقینی بنائیں کہ آپ کا بچہ کافی مقدار میں سیال چل رہا ہے، خاص کر جب وہ قے کر رہا ہو یا اسے اسہال ہو رہا ہو۔ پچھلے 24 گھنٹوں میں اس کے ذریعہ پینے گئے دودھ کی مقدار کا حساب لگائیں اور اس کا اس کے معمول کے کھانے سے موازنہ کریں، جو کہ پہلے مہینے کے دوران یومیہ 10-22 اونز (300-660 ملی لیٹر) ہوتی ہے۔ اگر آپ اپنے بچے کو دودھ پلا رہی ہیں، تو اس کے ذریعہ گرم طور پر دودھ پلانے کے بعد اور مدت کو نوٹ کریں۔ اگر آپ پر یقین نہیں ہیں کہ آپ کا بچہ کافی دودھ پی رہا ہے یا نہیں، ڈاکٹر سے رابطہ کرنا چاہیے۔ آپ اپنے بچے کے پیشاب کرنے کی تعداد اور مقدار کو دیکھ کر کبھی اس کے سیال لینے کی مقدار کا پتہ لگا سکتے ہیں۔ اگر آپ کے بچے نے پچھلے 24 گھنٹوں کے دوران کافی کم مقدار میں پیشاب کیا ہے مثال کے طور پر پہلے ہفتے کے آخر تک چھوٹے بچوں نے 6 سے کم پھلجیاں دیکھا ہے تو اس میں پانی کی کمی ہونے کا خطرہ

نوزائیدہ بچہ بیمار ہو سکتے ہیں اور ان کی صحت تیزی سے خراب ہو سکتی ہے۔ اس کے لیے طبی مدد جلدی سے حاصل کی جانی چاہیے۔ بچوں کے تشویشناک طور پر بیمار ہونے کی علامات مندرجہ ذیل ہیں، جن پر والدین کو توجہ دینی چاہیے اور مناسب کارروائی کرنی چاہیے:-

سستی اور اونگھنے کی حالت

نوزائیدہ بچے اپنا زیادہ تر وقت سونے میں گزارتے ہیں۔ تاہم، آپ کے بچے کو ہر کچھ گھنٹے کے بعد جاگ جانا چاہیے، جاگنے پر اچھی طرح سے غذا لینی چاہیے اور مطمئن اور چوکس دکھائی دینا چاہیے۔ آپ کو اس کے باقاعدہ معمول میں آنے والی تبدیلی کے بارے میں خاص طور پر چوکس رہنا چاہیے۔ یہ کبھی کبھی تشویشناک بیماری کی علامت ہو سکتی ہے۔ اگر وہ بہت زیادہ تھکا ہوا یا سوتا ہوا نظر آئے، بہت کم چوکس دکھائی دے اور کھانا کھانے کے لیے نہ جاگے تو آپ کو اپنے بچے کو ڈاکٹر کے پاس لے جانا چاہیے۔

سانس لینے میں دشواری

نوزائیدہ بچے کو سانس لینے کے نارمل طریقے پر قائم ہونے کے لیے یعنی فی منٹ 20-40 سانس لینا شروع کرنے کے لیے عام طور پر کچھ گھنٹے کا وقت لگتا ہے۔ عام طور پر جب وہ سو رہا ہوتا ہے تو وہ سب سے زیادہ باقاعدگی کے ساتھ سانس لیتا ہے۔ کبھی کبھی جب وہ جاگتا ہے تو بہت تھوڑی دیر کے لیے تیزی سے سانس لے سکتا ہے اور اس کے بعد معمول کے طریقے پر لوٹ سکتا ہے۔ اگر آپ کو مندرجہ ذیل میں سے کچھ نظر آئے تو آپ کو اپنے بچے کو ڈاکٹر کے پاس لے جانا چاہیے۔ بچہ لگا تار تیز سانس لے رہا ہے یعنی اگر اس کی عددی ماہ سے کم ہے تو فی منٹ آٹھ سے زیادہ سانس لینا یا اگر اس کی عمر 3-2 ماہ ہے تو فی منٹ پچاس سے زیادہ سانس لینا۔ سانس لینے کے لیے کوشش کرنا پڑ رہا ہے اور چوسنے میں دشواری ہو رہی ہے۔ سانس لینے وقت تھکنے چوڑے

راشد العزیری ندوی

ہفتہ رفتہ

عدالت کے نوٹس کے بعد ای ڈی ملزم کو گرفتار نہیں کر سکتا: سپریم کورٹ

سپریم کورٹ نے ایک اہم فیصلے میں کہا کہ مئی لاڈ رنگ کی روک تھام ایکٹ کی دفعہ 44 کے تحت ایک شکایت پر عدالت کی طرف سے نوٹس لینے کے بعد انٹورمنٹ ڈائریکٹوریٹ (ای ڈی) کسی شخص کو گرفتار نہیں کر سکتا۔ جسٹس ایچ۔ایس۔اوکا اور ارجل جی۔بی۔پٹیل نے فیصلہ سنایا۔ سپریم کورٹ نے ایڈیشنل سلیسٹر جنرل ایس وی راجو کے دلائل سننے کے بعد پریوینٹن آف مئی لاڈ رنگ ایکٹ کے التزامات کے حوالے سے کئی ہدایات جاری کیں۔ بیج نے کہا کہ اگر ای ڈی اسی جرم کی مزید تفتیش کے لیے عدالت کی طرف سے منجمن جاری ہونے کے بعد پیش ہوئے ملزم کی حراست چاہتا ہے، تو اسے (مرکزی تفتیشی ایجنسی) کو خصوصی عدالت میں درخواست دے کر ملزم کی حراست طلب کرنی ہوگی۔ اس کے بعد مختصر وجوہات درج کرنے کے بعد درخواست پر آرڈر پاس کرنا ہوگا۔ (قومی آواز)

پیشہ ورانہ غفلت پر وکلاء کے خلاف مقدمہ نہیں چلایا جاسکتا، سپریم کورٹ

سپریم کورٹ نے اپنے ایک فیصلے میں کہا کہ خدمات میں کمی کے لیے کنزیومر پروٹیکشن ایکٹ کے تحت وکلاء کو جوابدہ نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ جسٹس بیلا ترویدی اور بیج تھیل نے بیج نے کہا کہ کنزیومر پروٹیکشن ایکٹ 2019 کا مقصد اور مقصود صرف صارفین کو غیر منصفانہ طریقوں اور غیر اخلاقی کاروباری طریقوں سے تحفظ فراہم کرنا ہے۔ مقدمہ کبھی بھی کاروبار یا اس کے پیشہ ورانہ قوانین کے تحت احاطہ کرنے کا ارادہ نہیں تھا۔ بیج نے کہا: ”ہم نے پیشہ کو کاروبار اور تجارت“ سے الگ کر دیا ہے۔ ہم نے کہا ہے کہ کسی بھی پیشہ کو تعلیم یا سائنس کی کسی نہ کسی شاخ میں اعلیٰ تعلیم اور تربیت کی ضرورت ہوگی۔ کام کی نوعیت مختلف ہے جس میں جسم کے بجائے دماغ پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ ایک پیشہ ور کے ساتھ ایک تاجر یا کاروبار کا انداز جیسا سلوک نہیں کیا جاسکتا۔ تاہم، سپریم کورٹ نے واضح کیا کہ ایک وکیل کے خلاف عام طور پر لا پرواہی کا مقدمہ چلایا جاسکتا ہے۔ اس سے قبل 2007 میں قومی صارف تازعات کے ازالے کے کمیشن (این سی ڈی آر سی) نے فیصلہ دیا تھا کہ وکلاء کے ذریعہ فراہم کردہ خدمات کنزیومر پروٹیکشن ایکٹ کے دائرے میں آتی ہیں۔ (قومی آواز)

جج نہ تو شہزادے ہوتے ہیں اور نہ ہی فرمانروا: سی جے آئی چندر چوڑ

سپریم کورٹ کے چیف جسٹس ڈی وی چندر چوڑ نے کہا ہے کہ جج کہیں کے شہزادے یا فرمانروا نہیں ہیں، ان کا کام خدمت فراہم کرنا ہے۔ انہوں نے بیات برازیل میں ہے۔ 20 سربراہی اجلاس کے دوران کئی۔ چیف جسٹس چندر

چوڑ نے کہا کہ جج ایک ایسا افسر ہوتا ہے جو توہین کے الزام میں مجرموں کو سزا دیتا ہے اور دوسروں کی زندگیوں پر اہم فیصلے کرتا ہے۔ اس لیے اس کے فیصلے لینے کا مکمل شفاف ہونا چاہیے۔ سی جے آئی چندر چوڑ نے زور دے کر کہا کہ فیصلے لینے کا ایک شفاف طریقہ ہونا ضروری ہے، جو سب کو سمجھنے کے لیے چلے۔ سی جے آئی ڈی وی چندر چوڑ نے مزید کہا، ”جج کے طور پر ہم نہ تو کہیں کے شہزادے ہیں اور نہ ہی فرمانروا، جو کسی بھی فیصلے کی وضاحت کو نظر انداز کر دیں۔“ جسٹس ڈی وی چندر چوڑ نے کہا کہ یہ جج کی ذمہ داری ہے کہ وہ سب کو سمجھنے کے لیے فیصلے اور ان کے ذریعہ جو فیصلہ لیا جائے وہ قانون کا مطالعہ کرنے والوں اور عام لوگوں کے لیے قابل فہم ہونا چاہیے۔ (قومی آواز)

ای وی ایم۔ وی وی پیٹ معاملے پر سپریم کورٹ میں ریویو پٹیشن داخل

ایکسٹرا ایک ونگ مشین (ای وی ایم) برائڈر ہونے کا نام نہیں لے رہے ہیں۔ صرف سیاہ یا سفید ہی نہیں، جوام بھی انتخاب کے وقت ای وی ایم کا انشاؤ اٹھاتے ہیں۔ ایکسٹرا ایک ونگ مشین کے ذریعہ ڈالے گئے ووٹوں کے ساتھ ہریک وٹر کا وی وی پیٹ پر جی ایم کرانے کو لے کر سپریم کورٹ میں ایک عریض بھی داخل کی گئی تھی، لیکن عدالت عظمیٰ نے اسے خارج کر دیا تھا۔ اب عدالت کے اس فیصلے پر جی ایم کڑا کر دیا گیا ہے۔ دراصل اردن مکار اگر وال نے سپریم کورٹ کے ذریعہ ای وی ایم۔ وی وی پیٹ معاملے پر داخل عریض کو خارج کیے جانے سے متعلق ریویو پٹیشن (ازر نوٹور کی عریض) داخل کر دیا ہے۔ عریض دہندہ کی دلیل ہے کہ 26 اپریل کے فیصلے میں واضح غلطیاں اور خامیاں ہیں۔ ریویو پٹیشن میں انھوں نے کہا ہے کہ عدالت کا یہ کہنا درست نہیں کہ اس سے ریٹ میں نامناسب طور پر تاخیر ہوگی، یا پہلے سے تعینات ضروری ورک فورس میں دوگنا اضافہ ہوگا۔ (قومی آواز)

تھوک شرح مہنگائی 13 ماہ کی اعلیٰ سطح پر پہنچی

تھوک (بول سیل) شرح مہنگائی اپریل میں سالانہ بنیاد پر 13 ماہ کی اعلیٰ سطح 1.26 فیصد پر پہنچ گئی ہے۔ مارچ میں یہ 0.53 فیصد تھی۔ مرکزی وزارت برائے کامرس نے اس تعلق سے اعداد و شمار جاری کیے۔ ماہرین نے تھوک شرح مہنگائی ایک فیصد پر پہنچنے کا اندازہ دیا تھا، لیکن مرکزی حکومت کے ذریعہ جاری اعداد و شمار میں مزید اضافہ دیکھنے کو ملا ہے۔ تھوک شرح مہنگائی میں یہ اضافہ خوردنی اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ کے سبب ہوا ہے۔ جاری اعداد و شمار کے مطابق اپریل ماہ میں پیاز کی قیمتوں میں شرح اضافہ 59.75 فیصد رہا جو مارچ ماہ میں 56.99 فیصد تھا۔ اسی طرح آلو کے معاملے میں قیمتوں کا شرح اضافہ 71.97 فیصد رہا۔ مارچ ماہ میں یہ 52.96 فیصد تھا۔ ایک سال قبل سے موازنہ کریں تو اس دوران پیاز کی قیمتوں میں 5.54 فیصد زنی آئی تھی، جبکہ آلو کی قیمتوں میں 30.56 فیصد اضافہ ہوا تھا۔ (قومی آواز)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND

NAQUEEB WEEKLY

PHULWARI SHARIF, PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT-14 13-5-24-26
R.N.I.N.Delhi, Regd No-BIHURD/4136/1961

ہم کو شاہوں سے عدالت کی توقع تو نہیں
آپ کہتے ہیں تو زنجیر ہلا دیتے ہیں
(عبدالحمید عدم)

مسلم دنیا کے لئے علمی و فکری چیلنج

پروفیسر خورشید احمد

اس وقت پوری دنیا کے مفکرین کو یہ احساس ہو چکا ہے کہ ہم تاریخ کے شدید ترین دور اضطراب سے دوچار ہیں۔ گذشتہ صدی کے دوسرے نصف میں، برائے مغربی نوآبادیاتی نظام کے تختے سے نکل کر ایک طرف مسلم ممالک آزادی سے ہم کنار ہوئے اور ان ملکوں کو ملنے والی آزادی اپنے دامن میں تعمیر نو (Reconstruction) کے مسائل کا ایک جھوم لے کر سامنے آن کھڑی ہوئی۔ دوسری طرف مغرب کا ذہنی فکری، معاشی، فوجی اور ثقافتی غلبہ اپنی انتہا کو پہنچا۔ نو جوانوں کے ذہن شک و تردید آماج گاہ بنے۔ سیاسی قیادت کی مہارت پھندہ، مغربیت زدہ تعلیم کی خود سہرو کی، نئی نسلوں کو ملی روایات اور اسلامی ثقافت اور تہذیبی ورثے سے کٹ کر، ہمارے معاشرے کی نئی نئی گہری پروری قوت سے نکل گئی۔ اس سب کے نتیجے میں رائج الوقت فلسفہ حیات کے حملوں نے ذہنی اطمینان اور قلبی سکون کا پامال کر کے رکھ دیا ہے اور قوم کے ذہن و فطنان بٹتے عقیدہ و عمل، دونوں کے اعتبار سے نیم مسلمان، بلکہ بعض حالات میں نامسلمان بننے چلے گئے۔ بڑے دکھ کی بات ہے کہ آج مسلم اُمت کی حالت اس جہاز کی سی ہے، جس کے پاس یہاں وہاں، جوان ہمتیں تو موجود ہیں، مگر جو منزل کا پتہ بھول گیا ہے۔ تاریخ کا عجیب دور رہا ہے، جہاں ایک ارب 80 کروڑ مسلمانوں کی عظیم ہمدردی، ذہنی غلامی اور انتشار کی وجہ سے مٹھ گجراہٹ اور سرانگینی کا شکار ہے، آج مسلمان اس عظیم چیلنج کا جواب دینے کے لیے کھڑے ہیں: کیا عصر حاضر کے چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے آٹھ کھرب ہندی کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یہ سچ حکمت عملی اور دانش مندانہ جدوجہد کے ذریعے تاریخ کا رخ بدل کر ایک نئے دور کے بانی بن سکتے ہیں یا نہیں؟ خبردار ہونا چاہیے کہ اگر گروہ دشمنی کی کمزوری اور ذہنی غلامی کے باعث ملکی چیلنج کے جواب میں ہمارے قدم اکھڑ گئے تو شمس و خاشاک کی طرح بھج جائیں گے اور پھر معلوم نہیں کب تسخیر کیں گے۔ وقت کے اس چیلنج کا مقابلہ جن ماحول پر کیا جائے، ان میں سے اہم ترین ماحول واد اور فکری اور تحقیق و جستجو اور مکالمہ و استدلال کے میدان ہیں۔ شکے انسانی زندگی میں افکار و نظریات کو حکمران قوت کی حیثیت حاصل ہے۔ جس طرح انسان کے جسم میں دماغ کی حیثیت حکمران کی ہے۔ بالکل اسی طرح ایک نظام تہذیب میں افکار و نظریات اور عقائد و خیالات سب سے موثر اور رہنما قوت کا مقام رکھتے ہیں، پھر تمام معاشی، سیاسی اور عمرانی امور اسی کے زیر اثر طے ہوتے ہیں۔ وہی زمانے کا مزاج بناتے ہیں، وہی اقدار اور معیارات دیتے ہیں، انہی سے سوچنے کے انداز، فکری و فکری کے زاویے اور عمل کے ضابطے مقرر ہوتے ہیں۔ اسی لیے اسلام اپنی اصلی وجہت کا آغاز ایمان سے کرتا ہے اور پوری زندگی کی اصلاح کو ایمان کی قدر اور پہنچتی ہے واپس کرتا ہے۔ آج جس وجہ سے صورت حال بہت زیادہ تشویش ناک ہو گئی ہے، وہ یہ ہے کہ اگر صرف ماحول پر ہی تباہ کن اثر نہیں ڈال رہا ہے، بلکہ ایمان و یقین بھی کمزور ہو رہا ہے۔ مغربی جاہلی فکری غلبے کا سب سے بڑا نشانہ ایمان اور عقائد میں، اور پھر مسائل و اختیارات۔

گنجلے چند صدیوں سے مغربی فکر و فلسفہ کے ذریعے مسلمانوں کے افکار و نظریات کو بھف بنایا گیا ہے، ان کے دل و دماغ کو زہر آلود کیا جا رہا ہے، اور ہم دیکھ سکتے ہیں کہ یہ کوششیں اپنے نتائج سامنے لا رہی ہیں۔ یہ حملہ فلسفہ اور سائنس کے ہتھیاروں سے بھی کیا جا رہا ہے اور تعلیم و تربیت کے سلسلے سے بھی، پھر نشر و اشاعت اور اثر و نفوذ کے تمام ذرائع کو پوری طرح استعمال کیا جا رہا ہے۔ ذرائع ابلاغ اور تقریر و تحریر کا ہر جہز اس مقصد کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ اس کے جواب میں اگرچہ محدود کوششیں ہو رہی ہیں، لیکن منظم اور ہر جہز جدوجہد کا فقدان چلا آ رہا ہے۔ انہوں کی بات ہے کہ وہ کمزور قوتوں میں ڈور و در تک اس چیز کا احساس بھی نہیں پایا جاتا۔ ضرورت ہے کہ نئی نسل میں اعتماد بحال کرنے کے لیے درج ذیل ناگزیر اقدامات اٹھائے جائیں: (1) اسلام کے فلسفہ زندگی اور اس کے نظام حیات کا تحقیقی مطالعہ کیا جائے اور اس کی تعلیمات کو ایمانی اور عقلی دلائل کے ساتھ آج کی زبان میں پیش کیا جائے تاکہ اسلام کی شاہراہ مستقیم بالکل واضح اور نمایاں ہو کر سامنے آجائے۔ ہماری مشکلات کا ایک بڑا ذریعہ جہالت اور بے خبری ہے۔ اسلام کا علمی سرمایہ جن زبانوں میں ہے ان تک ہماری نئی نسلوں کی رسائی نہیں اور جن اصطلاحات میں ہے، اس سے آج کے لوگ نامانوس ہو گئے ہیں۔ اگر اسلام کی حقیقی تعلیمات کو آج کی زبان میں مختلف علمی سطحوں پر لوگوں کے سامنے پیش کر دیا جائے، تو توہین اسلام سے انحراف اور مغرب کی غلامی کا ایک بڑا سبب دور ہو سکے گا (2) مغربی علوم و فنون اور نظام تہذیب و تمدن کا تحقیقی جائزہ لیا جائے۔ علم جدید کے پورے سرمائے کا کھلی آنکھوں اور نقدانہ ذہن کے ساتھ مطالعہ کیا جائے اور بتایا جائے کہ اس میں کیا کچھ غلط اور قابل ترک ہے؟ اور کیا کچھ صحیح اور قابل اخذ؟ یا شاید خود مغرب کی ذہنی ترقی مسلمانوں کے اثرات کی پیدا کردہ ہے، لیکن ایک غلط نظام تہذیب اور خالص مادہ پرستانہ ذہن نے نظریے علوم و فنون کی ترقی کو بالکل غلط رخ پر ڈال دیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ فکر و فلسفہ کا عمومی مزاج زہر آلود ہو گیا۔

☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہو گئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ ذرائع اور ارسال فرمائیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر یاد دہانی کے لیے کیو آر کوڈ
اٹکین کر کے آپ سالانہ یا ششماہی ذرائع اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر دیئے گئے نمبر پر خبر کریں، رابطہ اور وائس آپ نمبر 9576507798 (محمد اسعد اللہ قاسمی غیر نقیب)

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168, Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233

نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratsariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

WEEK ENDING-20/05/2024, Fax : 0612-2555280, Phone: 2555351, 2555014, 2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com

سالانہ -/440 روپے

ششماہی -/250 روپے

قیمت فی شمارہ -/8 روپے

نقیب



UPI ID : 6201750233naqueeb@sbil